قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

منگل 11/اکتوبر 2022ء | 14/ربیع الاول 1444 ہجری قمری | 11/اخاء 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:219

ارشادِ باری تعالیٰ

لَاۤ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ ۟ۙ قَدۡ تَّبَیَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَیِّ ۚ فَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَ یُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَکَ بِالۡعُرۡوَۃِ الۡوُثۡقٰی ٭ لَا انۡفِصَامَ لَہَا ؕ وَ اللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ﴿۲۵۷﴾

(البقرہ:257)

ترجمہ: دین میں کوئی جبر نہیں۔ یقیناً ہدایت گمراہی سے کھل کر نمایاں ہو چکی۔ پس جو کوئی شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو یقیناً اس نے ایک ایسے مضبوط کڑے کو پکڑ لیا جس کا ٹوٹنا ممکن نہیں اور اللہ بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

اس زمانے میں قرآن کریم کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے آپؑ سے کام لیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کام لیا ہے اور یہی کام ہر احمدی کا ہے کہ ہر طبقے اور ہر مزاج تک اس پیغام کو پہنچائیں اور ہر جگہ اس کام کو سرانجام دیتے ہوئے آپ علیہ السلام کی بیعت میں آنے کا حق ادا کریں۔ اس وقت میں بعض مثالیں پیش کرتا ہوں جو اسلام کی امن کی تعلیم کی خوبصورتی ظاہر کرتی ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ایک جگہ فرماتا ہے کہ لَاۤ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ (البقرہ:257) کہ دین میں کوئی جبر نہیں۔ پھر فرمایا: وَلَوۡ شَآءَ رَبُّکَ لَاٰمَنَ مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ کُلُّہُمۡ جَمِیۡعًا ؕ اَفَاَنۡتَ تُکۡرِہُ النَّاسَ حَتّٰی یَکُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۰۰﴾ (یونس:100) اور اگر اللہ تعالیٰ اپنی ہی مشیت کو نازل کرتا تو جس قدر لوگ زمین پر موجود ہیں سب کے سب ایمان لے آتے۔ پس جب خدا بھی مجبور نہیں کرتا تو کیا تُو لوگوں کو مجبور کرے گا کہ وہ ایمان لے آئیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ اسلام نے کبھی جبر کا مسئلہ نہیں سکھایا۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَاٰمَنَ مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ کُلُّہُمۡ جَمِیۡعًا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو پھر ہر ایک زمین پر جو موجود ہے وہ ایمان لے آتا لیکن اللہ تعالیٰ نے نہیں چاہا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے باوجود اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا کہ تمہارے کہنے سے بھی یہ نہیں ہو گا۔

(خطبہ جمعہ 11 دسمبر 2015ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- اے سمیع! نالۂ شب ہائے مَن (منظوم)
- جامع المناهج والاساليب
- اپنے جائزے لیں
- وسعت حوصلہ
- نرم اور پاک زبان کا استعمال
- مکرم خوشی محمد شاکر مرحوم مبلغ سلسلہ کا ذکرِ خیر

فرمانِ رسولؐ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا، وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا کہ آسانی کرو اور سختی نہ کرو اور خوش کرو اور نفرت نہ دلاؤ۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب ما کان النبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یَتَخَوَّلُھُمْ بِالْمَوْعِظَۃِ وَالْعِلْمِ کَیْ لَا یَنْفِرُوْا)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

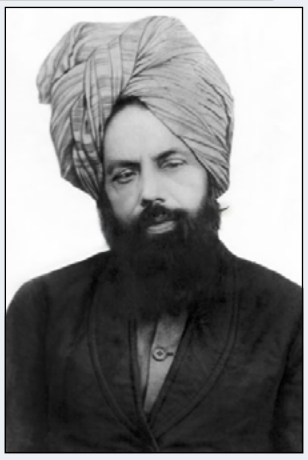

اسلام میں جبر کو دخل نہیں

اسلام نے کبھی جبر کا مسئلہ نہیں سکھایا۔ اگر قرآن شریف اور تمام حدیث کی کتابوں اور تاریخ کی کتابوں کو غور سے دیکھا جائے اور جہاں تک انسان کے لئے ممکن ہے تدبّر سے پڑھا یا سنا جائے تو اس قدر وسعتِ معلومات کے بعد قطعی یقین کے ساتھ معلوم ہو گا کہ یہ اعتراض کہ گویا اسلام نے دین کو جبراً پھیلانے کے لئے تلوار اٹھائی ہے نہایت بے بنیاد اور قابل شرم الزام ہے اور یہ ان لوگوں کا خیال ہے جنہوں نے تعصّب سے الگ ہو کر قرآن اور حدیث اور اسلام کی معتبر تاریخوں کو نہیں دیکھا بلکہ جھوٹ اور بہتان لگانے سے پورا پورا کام لیا ہے۔ مگر مَیں جانتا ہوں کہ اب وہ زمانہ قریب آتا جاتا ہے کہ راستی کے بھوکے اور پیاسے ان بہتانوں کی حقیقت پر مطّلع ہو جائیں گے۔ کیا اس مذہب کو ہم جبر کا مذہب کہہ سکتے ہیں جس کی کتاب قرآن میں صاف طور پر یہ ہدایت ہے کہ لَاۤ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ (البقرہ:257) یعنی دین میں داخل کرنے کے لئے جبر جائز نہیں۔ کیا ہم اُس بزرگ نبی کو جبر کا الزام دے سکتے ہیں جس نے مکہ معظمہ کے تیرہ برس میں اپنے تمام دوستوں کو دن رات یہی نصیحت دی کہ شر کا مقابلہ مت کرو اور صبر کرتے رہو۔ ہاں جب دشمنوں کی بدی حد سے گزر گئی اور دین اسلام کے مٹا دینے کے لئے تمام قوموں نے کوشش کی تو اس وقت غیرت الٰہی نے تقاضا کیا کہ جو لوگ تلوار اٹھاتے ہیں وہ تلوار ہی سے قتل کئے جائیں۔ ورنہ قرآن شریف نے ہرگز جبر کی تعلیم نہیں دی۔ اگر جبر کی تعلیم ہوتی تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جبر کی تعلیم کی وجہ سے اس لائق نہ ہوتے کہ امتحانوں کے موقع پر سچے ایمانداروں کی طرح صدق دکھلا سکتے۔ لیکن ہمارے سیّد و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی وفاداری ایک ایسا امر ہے کہ اس کے اظہار کی ہمیں ضرورت نہیں۔ یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں کہ ان کے صدق اور وفاداری کے نمونے اس درجہ پر ظہور میں آئے کہ دوسری قوموں میں ان کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ اس وفادار قوم نے تلواروں کے نیچے بھی اپنی وفاداری اور صدق کو نہیں چھوڑا بلکہ اپنے بزرگ اور پاک نبی کی رفاقت میں وہ صدق دکھلایا کہ کبھی انسان میں وہ صدق نہیں آ سکتا جب تک ایمان سے اس کا دل اور سینہ منور نہ ہو۔ غرض اسلام میں جبر کو دخل نہیں۔

(مسیح ہندوستان میں، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 11-12)

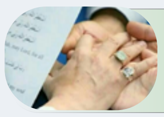

دربارِ خلافت

’’مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اخلاقی قوتوں کی تربیت کروں‘‘

(حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پس اگر ہم اپنے وجود میں تبدیلی کی کوشش کرتے ہوئے اپنے آپ کو اور وجود نہیں بناتے، اپنے آپ کو ایسا نہیں بناتے جو دنیا سے مختلف ہو تو آپ کے ارشاد کے مطابق ہمیں بیعت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

پھر ایک جگہ بعثت کی غرض بیان فرماتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں:

’’یہ عاجز تو محض اس غرض کے لئے بھیجا گیا ہے تا یہ پیغام خلق اللہ کو پہنچا دے کہ تمام مذاہبِ موجودہ میں سے وہ مذہب حق پر اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہے جو قرآنِ کریم لایا ہے اور دار النّجاۃ میں داخل ہونے کے لئے دروازہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 392-393 ایڈیشن 2003ء)

پھر آپ نے فرمایا کہ:

’’ہمارا اصل منشاء اور مدّعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جلال ظاہر کرنا ہے اور آپ کی عظمت کو قائم کرنا ہے۔ ہمارا ذکر تو ضمنی ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد 2 صفحہ 200 ایڈیشن 2003ء) ہماری تعریف اگر ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں ہے۔

پس ہم نے یہ غرض بھی پوری کرنے کے لئے بیعت کی ہے اور اس کو پورا کرنے کے لئے ہمیں قرآنِ کریم کی تعلیم کو حاصل کرنے کی ضرورت ہے تا کہ عمل کریں اور اس تعلیم کو پھیلائیں کیونکہ دنیا کی نجات بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ میں ہے۔ پس دنیا کو بتائیں کہ اس لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے جھنڈے تلے آ کر تم بھی نجات حاصل کرو۔

پھر آپ ایک جگہ اپنی آمد کا مقصد بیان فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

’’اس وقت بھی اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ وہ اسلام کو کُل ملّتوں پر غالب کرے۔ اُس نے مجھے اسی مطلب کے لئے بھیجا ہے اور اسی طرح بھیجا ہے جس طرح پہلے مامور آتے رہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 413 ایڈیشن 2003ء)

پھر اپنے مشن کے غرض کی وضاحت فرماتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

’’اُس نے مجھے بھیجا ہے کہ مَیں اسلام کو براہین اور حجج ساطعہ کے ساتھ‘‘ یعنی روشن دلائل کے ساتھ ’’تمام ملّتوں اور مذہبوں پر غالب کر کے دکھاؤں۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 432 ایڈیشن 2003ء)

پھر ایک جگہ آپ نے اپنی آمد کا مقصد یہ بھی فرمایا کہ:

’’میں خدا تعالیٰ پر ایسا ایمان پیدا کرانا چاہتا ہوں کہ جو خدا تعالیٰ پر ایمان لاوے وہ گناہ کی زہر سے بچ جاوے اور اُس کی فطرت اور سرشت میں ایک تبدیلی ہو جاوے۔ اُس پر موت وارد ہو کر ایک نئی زندگی اُس کو ملے۔ گناہ سے لذّت پانے کی بجائے اُس کے دل میں نفرت پیدا ہو۔ جس کی یہ صورت ہو جاوے وہ کہہ سکتا ہے کہ مَیں نے خدا کو پہچان لیا ہے۔ خدا خوب جانتا ہے کہ اس زمانے میں یہی حالت ہو رہی ہے کہ خدا کی معرفت نہیں رہی۔ کوئی مذہب ایسا نہیں رہا جو اس منزل پر انسان کو پہنچا دے اور یہ فطرت اُس میں پیدا کرے۔ ہم کسی خاص مذہب پر کوئی افسوس نہیں کر سکتے۔ یہ بلا عام ہو رہی ہے اور یہ وبا خطرناک طور پر پھیلی ہے۔ مَیں سچ کہتا ہوں خدا پر ایمان لانے سے انسان فرشتہ بن جاتا ہے، بلکہ ملائکہ کا مسجود ہوتا ہے۔‘‘ یعنی فرشتے بھی اُس کو سجدہ کرتے ہیں۔ ’’نورانی ہو جاتا ہے۔ غرض جب اس قسم کا زمانہ دنیا پر آتا ہے کہ خدا کی معرفت باقی نہیں رہتی اور تباہ کاری اور ہر قسم کی بدکاریاں کثرت سے پھیل جاتی ہیں، خدا کا خوف اُٹھ جاتا ہے اور خدا کے حقوق بندوں کو دیئے جاتے ہیں تو خدا تعالیٰ ایسی حالت میں ایک انسان کو اپنی معرفت کا نور دے کر مامور فرماتا ہے۔ اُس پر لعن طعن ہوتا ہے اور ہر طرح سے اُس کو ستایا جاتا اور دُکھ دیا جاتا ہے لیکن آخر وہ خدا کا مامور کامیاب ہو جاتا اور دنیا میں سچائی کا نور پھیلا دیتا ہے۔ اسی طرح اس زمانے میں خدا نے مجھے مامور کیا اور اپنی معرفت کا نور مجھے بخشا۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 493-494 ایڈیشن 2003ء)

پھر آپؑ نے ایک جگہ یہ بھی فرمایا:

’’مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اخلاقی قوتوں کی تربیت کروں۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 499 ایڈیشن 2003ء)

(خطبہ جمعہ 22 نومبر 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اے سَمیعِ! نالۂ شب ہائے مَن

(کلام حضرت میر محمد اسماعیلؓ)

اے کہ تُو ہے مُنعِمِ آلائے من
مَیں ترا بندہ ہوں اے آقائے مَن

لُطف کُن بر من طُفیلِ آنکہ بُود
سیّدِ مَن، شیخِ مَن، مرزائے مَن

ہوں سَقیمُ الحال اور مَعذُور، گو
اے طبیبِ! جُملہ عِلّت ہائے مَن

عرض سُن لے مہربانی سے مری
اے سَمیعِ! نالۂ شب ہائے مَن

شِعر خوش کرنے کو کہتا ہوں ترے
مہرباں ہو، تا، کرم فرمائے مَن

فائدہ بندوں کو بھی پہنچے ضرور
ہے مِرے مدِظر مولائے مَن

ہوں یہ میرے باقیاتُ الصّالحات
اے پناہ و مامَن و ملِ جائے مَن

لوگ کرتے ہیں عبادت رات دن
میری یہ خدمت ہے اے ما وائے مَن

نذر ہیں کچھ قطرہ ہائے خونِ دِل
اے بیادت ہی ہی وہی ہائے مَن

(الفضل 12/ نومبر 1943ء)

خواجہ عبدالعظیم احمد۔ مبلغ سلسلہ نائیجیریا

جامع المناہج والاسالیب

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی شہرہ آفاق تصنیف تفسیر کبیر کا ایک اختصاصی مطالعہ

قسط 5

تحریکی منہج / رجحان

جن مفسرین نے تحریکی اسلوب کو اپناتے ہوئے تفاسیر لکھیں ان میں مولانا مودودی کا نام آتا ہے، بلکہ مولانا کو اس رجحان کا بانی کہا جاتا ہے۔ یہ ایک جدید رجحان ہے۔ اس منہج پر لکھی جانے والی تفاسیر میں سے معروف تفاسیر مندرجہ ذیل ہیں۔

تحریکی منہج پر لکھی جانے والی تفاسیر

- تفہیم القرآن از مولانا ابو الاعلیٰ مودودی (1903ء تا 1979ء)
- نور الاذہان فی تفسیر القرآن از شیخ محمد حسن صلاح الدین (شیعہ تفسیر)

تفسیر کبیر میں تحریکی منہج کی چند مثالیں

’’تسابق کی روح کو جب بھی ہم اپنے سامنے لاتے ہیں ہماری روحوں میں ایک پالیدگی پیدا ہو جاتی ہے۔ ہمارے دلوں میں گرمی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ہماری دماغوں میں عزم پیدا ہو جاتا ہے کہ ہم اپنے مخالف یا مدمقابل یا رقیب سے کسی صورت میں بھی دیں گے نہیں۔ اسلام اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ ہم نیکیوں کے مقابلہ میں سست ہوں۔ بلکہ نیکی کے میدان میں اپنے باپ اور بھائی سے بھی آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے..... قرآن کریم نے فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ کہہ کر اور ایک جگہ وَفَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا فرما کر اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اس دنیا میں مقابلہ ہو رہا ہے تمہارا فرض ہے کہ اس مسابقت میں سب سے آگے نکلنے کی کوشش کرو۔ ہماری جماعت کو بھی چاہیے کہ ہم میں سے ہر فرد اپنے نفس کو ٹٹولتا رہے اور دین کے ساتھ ایک گہری محبت اور شیفتگی پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ اور سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے، بس یہی ایک مقصد اپنے سامنے رکھے کہ ہم نے اسلام کو دنیا میں غالب کرنا ہے۔ جب تک یہ روح ہمارے اندر پیدا نہیں ہوتی اُس وقت تک ہم اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 256 پرنٹ ویل امرتسر 2010ء)

’’فرماتا ہے كَلَّا ہرگز نہیں لَمَّا يَقْضِ مَاۤ اَمَرَهٗ اُس نے اب تک وہ کام نہیں کیا جس کا اُسے حکم دیا گیا تھا۔ لَمَّا يَقْضِ مَاۤ اَمَرَهٗ میں اسی طرف اشارہ ہے جس طرف وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰۤى میں اشارہ کیا گیا تھا اور جس کا قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَاۤ اَكْفَرَهٗ میں بھی ذکر تھا۔ کہ انسان کے لئے موقع تھا کہ وہ خدا تعالیٰ کے قرب میں بڑھے اور اپنی عاقبت کو سنوار لے مگر اب تک اس نے اپنے اس فرض ادا نہیں کیا۔ اُس کے لئے روحانی ترقیات حاصل کرنے کا بہت بڑا موقع تھا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے قرب کا میدان کُھلا تھا مگر افسوس کہ اس نے اپنے اس فرض کو کماحقہٗ اب تک سرانجام نہیں دیا۔ یہی وہ چیز ہے جس پر آجکل بار بار زور دے رہا ہوں اور جماعت کو توجہ دلا رہا ہوں کہ وہ آئندہ نسلوں تک اِس امانتِ روحانی کو پہنچانے کے لئے اس قدر تن دہی اور اس قدر جانکاہی سے کام لے کہ شیطان ہمیشہ کے لئے مایوس ہو جائے اور کفر کے غلبہ کا دنیا میں کوئی امکان نہ رہے۔ آج تک کسی اُمت نے اپنی نسل کو شیطانی حملوں سے محفوظ رکھنے پر زور نہیں دیا اگر ہماری جماعت اس فرض کو سرانجام دے لے تو یقیناً یہ ایک بے مثال کام ہوگا اور اس کی نظیر اَور کسی اُمّت میں نہیں مل سکے گی۔ اللہ تعالیٰ اسی نکتہ کی طرف توجہ دلاتا ہے اور افسوس کے ساتھ فرماتا ہے کہ لَمَّا يَقْضِ مَاۤ اَمَرَهٗ ہم نے انسان کو جو حکم دیا تھا اس کو اب تک اُس نے ادا نہیں کیا۔ فرداً فرداً لوگوں نے اپنی اصلاح کی بہت کوششیں کی ہیں مگر قوم کی قوم کو اُبھار کر ترقی کے میدان میں اس طرح بڑھاتے چلے جانا کہ پھر اس کے گرنے کا کوئی امکان نہ رہے اور شیطان اُس کو ورغلانے سے مایوس ہو جائے یہ کام اَیسا ہے جس کی طرف ابھی تک توجہ نہیں کی گئی رسول کریمؐ کی اُمت پر چونکہ مُختلف دَور آتے ہیں اس لئے ممکن ہے رسول کریمؐ کے دَوروں میں سے کوئی دَور ایسا بھی آجائے جس میں اس فرض کی ادائیگی ہو سکے جس کا كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَاۤ اَمَرَهٗ میں ذکر کیا گیا ہے۔ اب تک الگ الگ کوششیں کر کے اُن کے نتائج کو دیکھا جا چکا ہے صحابہؓ نے تیس سال کوشش کی مگر پھر اُن کی نسلوں میں کمزوری پیدا ہوگئی اور نیکی کا تسلسل جاتا رہا۔ اب ہمارے لئے موقع ہے کہ ہم اس کام کو سرانجام دینے کے کوشش کریں تا کہ قومی طور پر اسلام دنیا میں اس طرح قائم ہو جائے کہ پھر اس کے گرنے کا امکان ہی نہ رہے۔ یہ کام ایسا ہے جو پہلے کبھی نہیں ہوا۔ انفرادی رنگ میں بے شک بہت کوششیں ہوئیں مگر قومی طور پر اسلام کی برتری کی ایسی کوشش نہیں کی گئی کہ نیکی کا تسلسل قائم رہتا اور اسلام کے گرنے کا کبھی خطرہ پیدا نہ ہوتا۔ پس كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَاۤ اَمَرَهٗ میں اسی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اب تک انسان نے وہ بات نہیں کی جس کا ہم نے اسے حکم دیا تھا۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد ہشتم صفحہ 181-182 پرنٹ ویل امرتسر 2010ء)

’’اللہ تعالیٰ اہل کتاب میں سے ایمان لانے والوں کی یہ خوبی بیان فرماتا ہے کہ ان کے دلوں میں بنی نوع انسان کی اتنی گہری محبت ہے کہ انہیں جو کچھ بھی ملے اس کا ایک حصہ وہ دوسروں کی فلاح و بہبود کے لئے ضرور صرف کرتے ہیں۔ وہ صرف روپیہ دے کر یہ نہیں سمجھ لیتے کہ انہوں نے خدمت کا حق ادا کر دیا ہے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کی عطا کردہ ہر چیز میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں اور اس طرح ان کے معیار زندگی کو بلند کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔۔۔ تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہر چیز کو خدا کی راہ میں خرچ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو کسی غریب کو چند پیسے دے کر سمجھ لیتے ہیں کہ اس پر عمل ہوگیا وہ غلطی کرتے ہیں۔ جو شخص پیسے تو خرچ کرتا ہے مگر زبان سے تبلیغ نہیں کرتا وہ نہیں کہہ سکتا کہ اس نے اس حکم پر پوری طرح عمل کر لیا ہے یا جو تبلیغ بھی کرتا ہے مگر بیواؤں اور یتیموں کی خدمت نہیں کرتا وہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ اس نے اس حکم پر پوری طرح عمل کر لیا ہے...... اسی طرح اپنے جذبات کو بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنا ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً کسی پر غصہ چڑھا تو معاف کر دیا۔ اس حکم میں خدمت خلق سے تعلق رکھنے والے مختلف قسم کے کام بھی شامل ہیں جن کی طرف ہماری جماعت کے نوجوانوں کو خصوصیت سے توجہ کرنی چاہئے اور مذہب و ملت کے امتیاز کے بغیر تمام بنی نوع انسان کی احمدی معیار کے مطابق خدمت کرنی چاہیئے تا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو۔

تیسری خوبی اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی کہ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؗ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ؗ لَا نَبْتَغِى الْجٰهِلِيْنَ ﴿۵۶﴾ جب وہ خدائے واحد کا انکار کرنے والوں سے کوئی بیہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے اعراض کر لیتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ تم ہماری دشمنی کیوں کرتے ہو۔ ہمارے اعمال کا بدلہ ہم کو ملے گا اور تمہارے اعمال کا بدلہ تم کو ملے گا۔ ہم تو تمہارے خیر خواہ ہی ہیں لیکن ہم کسی جاہل مطلق غصیلے کی صحبت پسند نہیں کرتے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب میں سے ایمان لانے والے لوگوں کی یہ خوبی بیان فرمائی ہے کہ وہ لغو سے اعراض کرتے ہیں۔ مگر افسوس کہ آج مسلمان بھی جن کی کتاب قرآن ہے اور یورپین امریکن نومسلم بھی جن کا اس آیت میں ذکر ہے سینما اور تھیٹروں کی طرف جاتے ہیں۔ اور لغو سے اعراض کرنے کی بجائے لغو سے محبت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ حالانکہ رسول کریمؐ نے مرد وعورت کے اختلاط کو ممنوع قرار دیا ہے۔ اور تھیٹر سارے کے سارے مرد وعورت کے اختلاط کا ہی نتیجہ ہوتے ہیں۔ اگر وہ اختلاط نہ کریں اور اگر وہ مل کر ناچیں نہیں تو فلم بن ہی نہیں سکتی۔ فلم اسی طرح بنتی ہے کہ مرد بھی ناچتے ہیں اور عورتیں بھی ناچتی ہیں اور فلم تیار ہو جاتی ہے۔ اور یہ چیز اسلامی نقطہ ٔنگاہ سے ناجائز ہے۔ مگر آج کا مسلمان بھی اس لغو پر جان دے رہا ہے اور آج کا یورپین اور امریکن نومسلم بھی اس لغو میں ملوّث ہے۔ کاش وہ نصیحت حاصل کریں اور اپنے اندر یہ خوبیاں پیدا کرنے کی کوشش کریں۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 524-525 پرنٹ ویل امرتسر 2010ء)

مولانا مودودی صاحب کے خیال کے مطابق آج کی دنیا میں مسلمان جب تک تلوار نہیں اٹھاتا تب تک اسلام کی تحریک دنیا میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔۔۔ کیا تحریک اسلام کو دنیا میں پھیلانے کے لئے کسی تلوار کی ضرورت ہے؟ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں۔

’’الٰہی کلام کی مدد سے لوگوں کو دین کی طرف بلاؤ۔ جو دلائل خود

قرآن کریم نے دیئے ہیں انہی کو پیش کرو۔اپنے پاس سے ڈھکوسلے نہ پیش کیا کرو۔آہ! اگر اس گُر کو مسلمان سمجھتے تو یہودیت اور عیسائیت کو کھا جاتے۔ہمارا ہتھیار قرآن کریم ہی ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَجَاهِدۡهُمۡ بِهٖ (فرقان:53) اس قرآن کی تلوار لے کر دنیا سے جہاد کے لئے نکل کھڑا ہو۔پرافسوس کہ آج دنیا کی ہر چیز مسلمان کے ہاتھ میں ہے لیکن اگر نہیں تو یہی تلوار، جس کو لے کر نکل کھڑے ہونے کا حکم تھا۔''

(تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ 273 پرنٹ ویل امرتسر 2010ء)

قرات کا منہج / رجحان

بعض مفسرین کا رجحان قرآنی آیات کی مختلف قرأت کو بیان کر کے ان کے معانی اخذ کرنے کی طرف ہوتا ہے۔ڈاکٹر عبید الرحمٰن محسن اور ڈاکٹر حافظ محمد حماد اپنے ایک مشترکہ تحقیقی مقالہ میں جو کہ القلم جون 2017ء کے ایک شمارہ میں چھپا، لکھتے ہیں۔

''قرأت پر مستقل تفسیر تو معلوم نہیں ہوسکی۔البتہ تفسیر مظہری اور بیان القرآن میں بالخصوص قرأت سے خاطرخواہ استفادہ کیا گیا ہے اور متفرق قرأت بیان بھی کی گئی ہیں۔قرأت چونکہ دینی مدارس میں مستقلاً پڑھائی جاتی ہیں اور ان کے الگ شعبے قائم ہیں، اس لئے قرأت کی حجیت اور وضاحت کے متعلق جو کتب تصنیف کی گئیں یا جو مضامین تحریر کئے گئے ہیں ان میں جابجا قرآنی آیات مبارکہ کو موضوع بنایا گیا ہے۔ایسی کتب و مضامین کو ہم قرأت کے رجحان کا حامل تفسیری ادب شمار کر سکتے ہیں۔''

(برصغیر میں قرآن فہمی کے رجحانات اور اثرات ڈاکٹر عبید الرحمٰن محسن ڈاکٹر حافظ محمد حماد القلم جون 2018ء صفحہ 68-69)

قرأت کے منہج پر لکھی جانے والی تفسیر / تفاسیر

• تفسیر جلالین لامام جلال الدین المحلی (791ھ تا 864ھ) امام جلال الدین السیوطی (849ھ تا 911ھ)

اس تفسیر کے مقدمہ میں امام السیوطی لکھتے ہیں۔

ھذا ما اشتدت الیہ حاجۃ الراغبین فی تکملۃ تفسیر القرآن الکریم الذی الفہ الامام العلامۃ المحقق جلال الدین محمد بن احمد المحلی الشافعی رحمۃ اللہ و تتمیم ما فاتہ وھو من اول سورۃ البقرۃ الی آخر سورۃ الاسراء بتتمۃ علی نمطہ من ذکر ما یفھم بہ کلام اللہ تعالیٰ والاعتماد علی ارجح الاقوال و اعراب ما یحتاج الیہ و تنبیہ علی القراءات المختلفۃ المشہورۃ علی وجہ لطیف و تعبیر وجیز و ترک التطویل بذکر اقوال غیر مرضیۃ و اعاریب محلھا کتب العربیۃ واسال اللہ النفع بہ فی الدنیا و احسن الجزاءِ علیہ فی العُقبیٰ بِمَنّہٖ و کَرَمِہٖ۔

(تفسیر جلالین صفحہ 7 شرکۃ القدس للنشر والتوزیع القاھرۃ 2006ء)

بعد از حمد وصلوٰۃ و سلام کے، یہ ایک کتاب ہے کہ امام علامہ، محقق جلال الدین محمد بن احمد محلی الشافعی کی کتاب تفسیر القرآن کا تکملہ ہے جو تفسیر اُن سے باقی رہ گئی تھی، اُس کی تتمیم ہے جس کی شدید ضرورت ہے۔جو اول سورہ بقرہ سے شروع ہو کر آخر سورہ الاسراء تک ہے اور علامہ محلی کے طرز پر جن خصوصیات کی حامل ہے ان میں ایسی چیزوں کا ذکر ہے جن سے کلامِ الٰہی سمجھنے میں مدد ملے۔تمام اقوال میں سب سے زیادہ راجح قول پر اعتماد کیا گیا ہے ضروری اعراب اور مختلف و مشہور قرأت پر لطیف طریقہ اور مختصر عبارت کے ساتھ تنبیہ کی گئی ہے۔ناپسندیدہ اقوال اور (غیر ضروری) اعراب کو ذکر کرکے جن کا اصل محل علوم عربیہ کی کتابیں ہیں، تطویل نہیں کی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میری درخواست یہ ہے کہ دنیا میں اِس کتاب سے نفع پہنچائے اور آخرت میں بہترین بدلہ مرحمت فرمائے۔

تفسیر کبیر میں قرأت کے منہج کے حوالے سے ارشادات

''قرأتوں کا فرق شروع زمانہ سے چلا آیا ہے۔پوری واقفیت نہ رکھنے والے مسلمان بعض دفعہ ایسی روایتوں سے گھبرا جاتے ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ اگر یہ روائتیں درست ہیں تو پھر ہمارا یہ کہنا درست نہیں ہوسکتا کہ قرآن کریم کامل طور پر محفوظ ہے اور اس میں کسی قسم کی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔مگر ایسا نتیجہ نکالنا درست نہ ہوگا۔اس لئے کہ شروع زمانہ سے ہی نسخ کے منکر اور حفاظتِ قرآنیہ کے قائل قرأت کے اس فرق کو تسلیم کرتے چلے آئے ہیں مگر باوجود اس فرق کے ان کے نزدیک یہ تسلیم شدہ امر ہے کہ ایک قرأت دوسری کو منسوخ نہیں کرتی اور دوسرے مضمون میں فرق نہیں ڈالتی۔یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک قرأت ایسا مضمون بیان کرے جس کی دوسری قرأت حامل نہ ہو سکے ہاں بعض دفعہ وہ مضمون کو وسیع کر دیتی اور اس کی مصدق ہوتی ہے۔دراصل بعض زبانوں کے فرق کی وجہ سے یا بعض مضامین کو نمایاں کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو سبعۃ احرف پر نازل کیا ہے یعنی اس کی سات قرأتیں ہیں۔ان قرأتوں کی وجہ سے یہ دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے کہ قرآن کریم میں کوئی اختلاف ہے بلکہ اسے زبانوں کے فرق کا ایک طبعی نتیجہ سمجھنا چاہیئے۔بسا اوقات ایک ہی لفظ ہوتا ہے مگر ایک ہی ملک کے ایک حصہ کے لوگ اسے ایک طرح بولتے ہیں اور اسی ملک کے دوسرے حصہ کے لوگ اسے اور طرح بولتے ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ لفظ بدل گیا ہے یا اس لفظ کا مفہوم تبدیل ہوگیا ہے۔لفظ بتغیر قلیل وہی رہے گا اس لفظ کے معنے بھی وہی رہیں گے صرف اس وجہ سے کہ کوئی قوم اس لفظ کو صحیح رنگ میں ادا نہیں کرسکتی وہ اپنی زبان میں ادا کرنے کے لئے اس کی کوئی اور شکل بنالے گی۔رسول کریمؐ کے زمانہ میں چونکہ عرب کی آبادی کم تھی قبائل ایک دوسرے سے دور دور رہتے تھے اس لئے ان کے لہجوں اور تلفظ میں بہت فرق ہوتا تھا۔زبان ایک ہی تھی مگر بعض الفاظ کا تلفظ مختلف ہوتا تھا اور بعض دفعہ ایک معنی کے لئے ایک قبیلہ میں ایک لفظ بولا جاتا تھا دوسرے قبیلہ میں دوسرا لفظ بولا جاتا تھا ان حالات رسول کریمؐ کو اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی کہ فلاں فلاں الفاظ جو مختلف قبائل کے لوگوں کی زبان پر نہیں چڑھتے۔ان کی جگہ فلاں فلاں الفاظ وہ استعمال کرلیا کریں۔چنانچہ جب تک عرب ایک قوم کی صورت اختیار نہیں کر گیا اس وقت تک یہی طریق ان میں رائج رہا۔اگر اس کی اجازت نہ دی جاتی تو قرآن کریم کا یاد کرنا اور پڑھنا مکہ کے باشندوں کے سوا دوسرے لوگوں کے لئے مشکل ہوتا اور قرآن کریم اس سرعت سے نہ پھیلتا جس طرح کہ وہ پھیلا۔قبائل کی زبان کا یہ فرق غیر تعلیم یافتہ لوگوں میں اب تک بھی ہے تعلیم یافتہ لوگ تو کتابوں سے ایک ہی زبان سیکھتے ہیں لیکن غیر تعلیم یافتہ لوگ چونکہ آپس میں بول کر زبان سیکھتے ہیں ان میں بجائے ملکی زبان کے قبائلی زبان کا رواج زیادہ ہوتا ہے۔

میں جب حج کے لئے گیا تو ایک یمنی لڑکا جو سولہ سترہ سال کا تھا اور جو سیٹھ ابوبکر صاحب کا ملازم تھا قافلہ کے ساتھ چلا جارہا تھا۔میں راستہ میں عربی زبان میں اس سے گفتگو کرتا رہا اور میں نے دیکھا کہ وہ میری اکثر باتوں کو سمجھ جاتا اور ان کا جواب بھی دیتا مگر بعض دفعہ حیرت سے میرے منہ

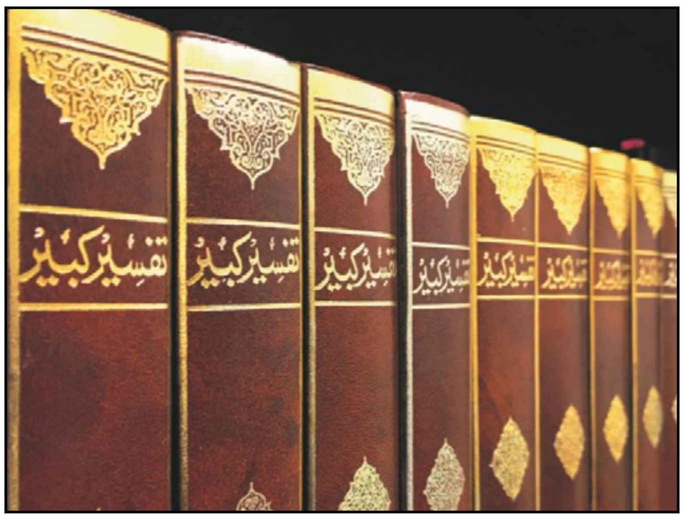

کو دیکھنے لگ جاتا اور کہتا کہ میں آپ کی بات کو سمجھا نہیں۔میں حیران ہوا کہ یہ بات کیا ہے کہ یہ لڑکا عربی سمجھتا بھی ہے مگر کبھی کبھی رک بھی جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں آپ کی بات کو نہیں سمجھا۔جب میں مکہ پہنچا تو میں نے کسی سے ذکر کیا کہ یہ لڑکا عرب ہے اور عربی کو خوب سمجھتا ہے مگر باتیں کرتے کرتے بعض جگہ رک جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میری سمجھ میں بات نہیں آئی معلوم نہیں اس کی کیا وجہ ہے۔تو ان صاحب نے بتایا کہ یہ لڑکا یمنی ہے اور یمنیوں اور حجازیوں کے بعض الفاظ میں بڑا بھاری فرق ہوتا ہے اس لئے یہ اسی اختلاف کے موقعہ پر ایک دوسرے کی بات نہیں سمجھتے چنانچہ انہوں نے اس فرق کے بارہ میں یہ لطیفہ سنایا کہ مکہ میں ایک امیر عورت تھی اس کا ایک یمنی ملازم تھا وہ عورت حقہ پینے کی عادی تھی وہاں عام رواج یہ ہے کہ حقہ کے نیچے کا پانی کا برتن شیشے کا ہوتا ہے اس لئے اسے کہتے بھی شیشہ ہی ہیں۔ایک دن اس عورت نے اپنے ملازم کو بلایا اور اس سے کہا غَیِّرِ الشِّیۡشَۃَ شیشہ بدل دو۔لفظ تو اس نے یہ کہے کہ شیشہ بدل دو مگر محاورہ کے مطابق اس کے یہ معنے ہیں کہ اس کا پانی گرا کر نیا پانی بدل کر ڈال دو۔ملازم نے یہ فقرہ سنا تو اس کے جواب میں کہا سَتِّی ھٰذَا طَیِّبٌ بیگم صاحبہ یہ تو بڑا اچھا معلوم ہوتا ہے۔عورت نے پھر کہا کہ قُلۡتُ لَکَ غَیِّرِ الشِّیۡشَۃَ میں نے جو تم کو کہا ہے کہ بدل دو تم انکار کیوں کرتے ہو۔نوکر نے پھر حیرت کا اظہار کیا اور کہا کہ سَتِّی ھٰذَا طَیِّبٌ۔میری آقا یہ تو اچھا بھلا ہے۔آخر آقا نے ڈانٹ کر کہا تم میرے نوکر ہو یا حاکم ہو میں جو تم سے کہہ رہی ہوں کہ اسے بدل دو تم میری بات کیوں نہیں مانتے۔نوکر نے شیشہ اٹھایا اور باہر جا کر اس زور سے زمین پر مارا کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔عورت نے کہا ارے یہ تم نے کیا غضب کیا۔اتنا قیمتی برتن تم نے توڑ کر رکھ دیا۔نوکر نے کہا میں تو پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ یہ برتن بڑا اچھا ہے مگر آپ مانتی نہیں تھیں۔اب جو میں نے توڑ دیا ہے تو آپ ناراض ہو رہی ہیں۔عورت نوکر پر سخت خفا ہوئی مگر ایک یمنی زبان کے واقف نے اسے سمجھایا کہ نوکر کا قصور نہیں کیونکہ حجاز میں غَیِّرۡ کے معنے بدلنے کے ہیں اور محاورہ میں جب شیشہ کے ساتھ بولا جائے تو اس کا پانی بدلنے کے ہو جاتے ہیں یمنی زبان میں تَغۡیِیۡر کے معنے توڑنے کے ہوتے ہیں پس جب تم نے غَیِّرِ الشِّیۡشَۃَ کہا تو نوکر اپنی زبان کے مطابق یہ سمجھا کہ تم اسے برتن توڑنے کا حکم دے رہی ہو اسی لئے وہ بار بار کہہ رہا تھا کہ بی بی! یہ تو اچھا بھلا ہے اسے کیوں تڑوا رہی ہو۔مگر جب تم نہ مانیں اور بار بار زور دیا تو وہ غریب کیا کرتا۔اب دیکھو غَیِّرِ الشِّیۡشَۃَ ایک معمولی فقرہ ہے مگر زبان کے فرق کی وجہ سے یمنی نوکر نے اس کے کچھ کے کچھ معنے سمجھ لئے۔اس قسم کے الفاظ جو زبان کے اختلاف کی وجہ سے معانی میں بھی فرق پیدا کر دیتے ہیں اگر قرآن کریم میں اپنی اصل صورت میں ہی پڑھے جاتے تو یہ بات آسانی سے سمجھی جاسکتی ہے کہ ان قبائل کو سخت مشکلات پیش آتیں اور ان کے لئے قرآن

کریم کا سمجھنا مشکل ہو جاتا۔ اس نقص کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے ہم معنی الفاظ پڑھنے کی اجازت دی جن سے قرآن کریم کے سمجھنے اور اس کے صحیح تلفظ کے ادا کرنے میں مختلف قبائلِ عرب کو دقت پیش نہ آئے۔ پس مضمون تو وہی رہا صرف بعض الفاظ یا بعض محاورات جو ایک قوم میں استعمال ہوتے ہیں اور دوسری قوم میں نہیں اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ یا ان محاورات کی جگہ ان کی زبان کے الفاظ یا اپنی زبان کے محاورات انہیں بتا دیئے تا کہ قرآن کریم کے مضامین کی حفاظت ہو سکے اور زبان کے فرق کی وجہ سے اس کی کسی بات کو سمجھنا لوگوں کے لئے مشکل نہ ہو جائے۔ اسی طرح اس کا پڑھنا اور یاد کرنا بھی مشکل نہ رہے ورنہ اصل قرأت قرآن کریم کی وہی ہے جو حجازی زبان کے مطابق ہے اس تفصیل کو معلوم کر کے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ ایک عارضی اجازت تھی اصل کلام وہی تھا جو ابتداً رسول کریمؐ پر نازل ہوا۔ ان الفاظ کے قائمقام اسی وقت تک استعمال ہو سکتے تھے جب تک قبائل آپس میں متحد نہ ہو جاتے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں جب بجائے اس کے کہ مکہ والے مکہ میں رہتے۔ مدینہ والے مدینہ میں رہتے۔ نجد والے نجد میں رہتے۔ طائف والے طائف میں رہتے۔ یمن والے یمن میں رہتے اور وہ ایک دوسرے کی زبان اور محاورات سے ناواقف ہوتے۔ مدینہ دارالحکومت بن گیا تو تمام قومیں ایک ہوگئیں کیونکہ اس وقت مدینہ والے حاکم تھے جن میں ایک بڑا طبقہ مہاجرین مکہ کا تھا اور خود اہل مدینہ بھی اہل مکہ کی صحبت میں حجازی عربی سیکھ چکے تھے پس چونکہ قانون کا نفاذ ان کی طرف سے ہوتا ہے، مال ان کے قبضہ میں تھا اور دنیا کی نگاہیں انہی کی طرف اٹھتیں تھیں۔ اس وقت طائف کے بھی اور نجد کے بھی اور مکہ کے بھی اور یمن کے بھی اور دوسرے علاقوں کے بھی اکثر لوگ مدینہ میں آتے جاتے تھے اور مدینہ کے مہاجر و انصار سے ملتے اور دین سیکھتے تھے اور اسی طرح سب ملک کی علمی زبان ایک ہوتی جاتی تھی۔ پھر کچھ ان لوگوں میں سے مدینہ میں ہی آ کر بس گئے تھے ان کی زبان تو گویا بالکل ہی حجازی ہوگئی تھی۔ یہ لوگ جب اپنے وطنوں کو جاتے ہوں گے تو چونکہ یہ علماء اور استاد ہوتے تھے یقیناً ان کے علاقہ پر ان کے جانے کی وجہ سے بھی ضرور اثر پڑتا تھا۔ علاوہ ازیں جنگوں کی وجہ سے عرب کے مختلف قبائل کو اکٹھا رہنے کا موقع ملتا تھا اور افسر چونکہ اکابر صحابہؓ ہوتے تھے ان کی صحبت اور ان کی نقل کی طبعی خواہش بھی زبان میں یک رنگی پیدا کرتی تھی۔ پس گو ابتداء میں تو لوگوں کو قرآن کریم کی زبان سمجھنے میں دقتیں پیش آتی ہوں گی مگر مدینہ کے دارالحکومت بننے کے بعد جب تمام عرب کا مرکز مدینہ منورہ بن گیا اور قبائل اور اقوام نے بار بار وہاں آنا شروع کر دیا تو پھر اس اختلاف کا کوئی امکان نہ رہا۔ کیونکہ اس وقت تمام علمی مذاق کے لوگ قرآنی زبان سے پوری طرح واقف ہو چکے تھے۔ چنانچہ جب لوگ اچھی طرح واقف ہو گئے تو حضرت عثمانؓ نے حکم دیا کہ آئندہ صرف حجازی قرأت پڑھی جائے اور کوئی قرأت پڑھنے کی اجازت نہیں۔ آپ کے اس حکم کا مطلب یہی تھا کہ اب لوگ حجازی زبان کو عام طور پر جاننے لگ گئے ہیں اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ انہیں حجازی عربی کے الفاظ کا بدل استعمال کرنے کی اجازت دی جائے۔ حضرت عثمانؓ کے اس حکم کی وجہ سے ہی شیعہ لوگ جو سنّیوں کے مخالف ہیں کہا کرتے ہیں کہ موجودہ قرآن بیاضِ عثمانی ہے حالانکہ یہ اعتراض بالکل غلط ہے حضرت عثمانؓ کے زمانہ تک عربوں کے میل جول پر ایک لمبا عرصہ گذر چکا تھا اور وہ آپس کے میل جول کی وجہ سے ایک دوسرے کی زبانوں کے فرق سے پوری طرح آگاہ ہو چکے تھے۔ اس وقت اس بات کی کوئی ضرورت نہیں تھی کہ اور قرأتوں میں بھی لوگوں کو قرآن کریم پڑھنے کی اجازت دی جاتی۔ یہ اجازت محض وقتی طور پر تھی اور اس ضروت کے ماتحت تھی کہ ابتدائی زمانہ تھا قومیں متفرق تھیں اور زبان کے معمولی معمولی فرق کی وجہ سے الفاظ کے معنے بھی تبدیل ہو جاتے تھے اس نقص کی وجہ سے عارضی طور پر بعض الفاظ کو جو ان قبائل میں رائج تھے اصل وحی کے بدل کے طور پر خدا تعالیٰ کی وحی کے مطابق پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی تا کہ قرآن کریم کے احکام کے سمجھنے اور اس کی تعلیم سے روشناس ہونے میں کسی قسم کی روک حائل نہ ہو اور ہر زبان والا اپنی زبان کے محاورات میں اس کے احکام کو سمجھ سکے اور اپنے لہجہ کے مطابق پڑھ سکے۔

جب بیس سال کا عرصہ اس اجازت پر گذر گیا، زمانہ ایک نئی شکل اختیار کر گیا، قومیں ایک نیا رنگ اختیار کر گئیں، وہ عرب جو متفرق قبائل پر مشتمل تھا ایک زبردست قوم بلکہ ایک زبردست حکومت بن گیا، آئینِ ملک کا نفاذ اور نظامِ تعلیم کا اجراء ان کے ہاتھ میں آ گیا، مناصب کی تقسیم ان کے اختیار میں آ گئی، حدود اور قصاص کے احکام کا اجراء انہوں نے شروع کر دیا تو اس کے بعد اصلی قرآنی زبان کے سمجھنے میں لوگوں کو کوئی دقت نہ رہی اور جب یہ حالت پیدا ہو گئی تو حضرت عثمانؓ نے بھی اس عارضی اجازت کو جو محض وقتی حالات کے ماتحت دی گئی تھی منسوخ کر دیا اور یہی اللہ تعالیٰ کا منشاء تھا مگر شیعہ لوگ حضرت عثمانؓ کا سب سے بڑا قصور اگر قرار دیتے ہیں تو یہی کہ انہوں نے مختلف قرأتوں کو مٹا کر ایک قرأت جاری کر دی۔ حالانکہ اگر وہ غور کرتے تو آسانی سے سمجھ سکتے تھے کہ خدا تعالیٰ نے مختلف قرأتوں میں قرآن کریم پڑھنے کی اجازت اسلام کے دوسرے دور میں دی ہے ابتدائی دور میں نہیں دی جس کے صاف معنے یہ ہیں کہ قرآن کریم کا نزول گو حجازی زبان میں ہوا ہے مگر قرأتوں میں فرق دوسرے قبائل کے اسلام لانے پر ہوا۔ چونکہ بعض دفعہ ایک قبیلہ اپنی زبان کے لحاظ سے دوسرے قبیلہ سے کچھ فرق رکھتا تھا اور یا تو وہ تلفظ صحیح طور پر ادا نہیں کر سکتا تھا یا ان الفاظ کا معنوں کے لحاظ سے فرق ہو جاتا تھا اس لئے رسول کریمؐ نے اللہ تعالیٰ کے منشاء کے ماتحت بعض اختلافی الفاظ کے لہجہ کے بدلنے یا اس کی جگہ دوسرا لفظ رکھنے کی اجازت دے دی۔ مگر اس کا آیات کے معانی یا ان کے مفہوم پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا بلکہ اگر یہ اجازت نہ دی جاتی تو فرق پڑتا۔ چنانچہ اس کا ثبوت اس امر سے ملتا ہے کہ رسول کریمؐ نے ایک سورۃ عبد اللہ بن مسعودؓ کو اور طرح پڑھائی اور حضرت عمرؓ کو اور طرح پڑھائی کیونکہ حضرت عمرؓ خالص شہری تھے اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ گڈریا تھے اور اس وجہ سے بدوی لوگوں سے ان کا تعلق زیادہ تھا۔ پس دونوں زبانوں میں بہت فرق تھا۔ ایک دن عبد اللہ بن مسعودؓ قرآن کریم کی وہی سورۃ پڑھ رہے تھے کہ حضرت عمرؓ پاس سے گذرے اور انہوں نے عبد اللہ بن مسعودؓ کو کسی قدر فرق سے اس سورۃ کی تلاوت کرتے سنا۔ انہیں بڑا تعجب آیا کہ یہ کیا بات ہے کہ الفاظ کچھ اور ہیں اور یہ کچھ اور طرح پڑھ رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے گلے میں پٹکا ڈالا اور کہا چلو! رسول کریمؐ کے پاس میں ابھی تمہارا معاملہ پیش کرتا ہوں تم سورۃ کے بعض الفاظ اور طرح پڑھ رہے ہو اور اصل سورۃ اور طرح ہے۔ غرض وہ انہیں رسول کریمؐ کے پاس لائے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے یہ سورۃ مجھے اور طرح پڑھائی تھی اور عبد اللہ بن مسعودؓ اور طرح پڑھ رہے تھے رسول کریمؐ نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے فرمایا تم یہ سورۃ کس طرح پڑھ رہے تھے؟ وہ ڈرے اور کانپنے لگ گئے کہ کہیں مجھ سے غلطی نہ ہو گئی ہو مگر رسول کریمؐ نے فرمایا ڈرو نہیں پڑھو۔ انہوں نے پڑھ کر سنائی تو رسول کریمؐ نے فرمایا بالکل ٹھیک ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے تو مجھے اور طرح پڑھائی تھی۔ آپؐ نے فرمایا وہ بھی ٹھیک ہے پھر آپؐ نے فرمایا قرآن کریم سات قرأتوں میں نازل کیا گیا ہے تم ان معمولی معمولی باتوں پر آپس میں لڑا نہ کرو۔ اس فرق کی وجہ دراصل یہی تھی کہ رسول کریمؐ نے سمجھا عبد اللہ بن مسعودؓ گڈریا ہیں۔ اور ان کا اور لہجہ ہے اس لئے ان کے لہجے کے مطابق جو قرأت تھی وہ انہیں پڑھائی۔ حضرت عمرؓ کے متعلق آپؐ نے سوچا کہ یہ خالص شہری ہیں اس لئے انہیں اصل مکّی زبان کی نازل شدہ قرأت بتائی۔ چنانچہ آپ نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو ان کی اپنی زبان میں سورۃ پڑھنے کی اجازت دے دی اور حضرت عمرؓ کو خالص شہری زبان میں وہ سورۃ پڑھا دی۔ اس قسم کے چھوٹے چھوٹے فرق ہیں جو مختلف قرأتوں کی وجہ سے پیدا ہو گئے تھے مگر ان کا نفسِ مضمون پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا ہر شخص سمجھتا تھا کہ یہ تمدن اور تعلیم اور زبان کے فرق کا ایک لازمی نتیجہ ہے۔

میں ایک دفعہ کراچی میں تھا کہ وہاں ایک ایجنٹ ایک کروڑ پتی تاجر کو مجھ سے ملانے کے لئے لایا۔ ایجنٹ شہری تھا اور تاجر گنواری علاقہ کا۔ جب وہ تاجر مجھ سے بات کرنے لگا تو مجھے مخاطب کر کے کہتا کہ ''تم نوں'' یہ بات معلوم ہو گی۔ اب اول تو تم کا لفظ شہریوں میں معزز آدمی کو خطاب کرتے ہوئے استعمال نہیں کرتے دوسرے تم کے ساتھ 'نوں' لگانا تو اور بھی معیوب ہے۔ اردو میں کہیں گے تم کو نہ کہ تم نوں۔ جب وہ تاجر مجھے تم نوں کہتا تو میں نے دیکھا اسے ساتھ لانے والا ایجنٹ بے حد اضطراب کے ساتھ اپنی کرسی پر پہلو بدلنے لگ جاتا اور میری طرف دیکھتا کہ ان پر اس گفتگو کا کیا اثر ہوا ہے اور مجھے تاجر کے تم نوں اور ایجنٹ کی گھبراہٹ پر لطف آ رہا تھا۔ اب معنوں کے لحاظ سے ''آپ کو'' اور ''تم نوں'' میں کوئی بھی فرق نہیں لیکن ایک شہری کے لئے ''تم نوں'' کہنا اور ایک انبالہ پٹیالہ کے گنوار کے لئے ''آپ کو'' کہنا ایک مجاہدہ سے کم نہیں۔ پنجاب میں گجرات کی طرف کے لوگ پکڑنے کو ''پھدنا'' کہتے ہیں اور ہماری طرف کے لوگ ''پھڑنا''۔ ہم لوگ پھدنا کہیں تو ماتھے پر پسینہ آ جاتا ہے گجراتی پھڑنا کہتے ہیں تو ان کے گلے میں پھندے پڑتے ہیں۔ گورداسپور میں شریر آدمی کو شُہدا کہتے ہیں۔ ضلع سرگودہا میں شریف اور نیک طبیعت کو شُہدا کہتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت خلیفہ اولؓ کی ایک عزیزہ آئی کسی ذکر پر اس نے آپ کی نسبت کہا ''اوساں شہدے نوں انہاں گلاں دا کہہ پتا'' یعنی مولوی صاحب شریف آدمی ہیں ان کو ایسی باتوں کا کیا علم۔ اس طرف کی مستورات نے ایک دفعہ اس فقرہ کو سنا اور حیاء کے ماتحت برداشت کر گئیں مگر اتفاق سے اس نے پھر دہرایا تو وہ اس سے دست و گریباں ہونے کو تیار ہو گئیں اور کہا کہ کچھ حیاء کرو تم تو گالیاں دے رہی ہو۔ اس غریب نے حیرت سے پوچھا کہ میں تعریف کر رہی ہوں کہ گالیاں دیتی ہوں۔ ''اوہ شُہدا تے ہے۔'' آخر کسی عورت نے جو اس فرق کو سمجھتی تھی اس جوش کو ٹھنڈا کیا۔ اب دیکھو کسی کتاب میں جو سارے پنجاب کے لئے لکھی گئی ہو کسی بزرگ کی نسبت شُہدے کا لفظ آ جائے تو اس کی توضیح یا دوسرے علاقہ کے لئے دوسرے لفظ کا استعمال مقرر کرنا ضروری ہو گا یا نہیں؟ یہی ضرورت اس زمانہ میں مختلف قرأتوں کی اجازت کی تھی لیکن جب تمدن اور حکومت کے ذریعہ سے قبائلی حالت کی جگہ ایک قومیت اور ایک زبان نے لے لی اور سب لوگ حجازی زبان سے پوری طرح آشنا ہو گئے تو حضرت عثمانؓ نے سمجھا اور صحیح سمجھا کہ اب ان قرأتوں کو قائم رکھنا اختلاف کو قائم رکھنے کا موجب ہو گا اس لئے ان قرأتوں کا عام استعمال

اب بند کرنا چاہیے باقی کتبِ قرات میں تو وہ محفوظ رہیں گی۔ پس انہوں نے اس نیک خیال کے ماتحت عام استعمال میں حجازی اور اصل قرأت کے سوا باقی قرأتوں سے منع فرمادیا اور عربوں اور عجمیوں کو ایک ہی قرأت پر جمع کرنے کے لئے تلاوت کے لئے ایسے نسخوں کی اجازت دے دی جو حجازی اور ابتدائی قرأت کے مطابق تھے۔

ابن اُم عبد کا یہ واقعہ بھی اسی قسم کے قرأت کے اختلاف کے متعلق ہے۔ عربی زبان میں مَا کا استعمال کئی معنوں میں ہوتا ہے مانافیہ بھی ہے اور مصدریہ بھی اور مَا مَنْ کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ چونکہ جب مصدری معنے اور مَنْ کے معنے دونوں ہی مراد ہوں تو ایسے مقام پر مَنْ کا استعمال کرنا یا مصدر کا استعمال کرنا مفید نہیں ہوسکتا کیونکہ مصدر ایک معنے دے گا اور مَنْ دوسرے معنے دے گا دونوں معنے کسی ایک طریق کے استعمال سے ظاہر نہ ہوں گے مگر چونکہ ایسے کئی مواقع قرآن کریم میں آتے ہیں جب کہ مصدری معنے اور مَنْ کے معنے دونوں ہی بتانے مقصود ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں ایسے مواقع پر مَا کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تا یہ دونوں مفہوم ظاہر ہوں۔ مگر بعض عرب قبائل مَا کے مصدری معنے تو کرتے ہیں لیکن مَا کا استعمال مَنْ کی جگہ ناجائز سمجھتے ہیں اس لئے اس استعمال سے ان کے لئے مشکل پیش آجاتی تھی پس اس کو دور کرنے کے لئے وَالذَّکَرِ وَالۡاُنۡثٰۤی کی قرأت کی بھی اجازت دے دی گئی۔ جو جملہ ایک حد تک نا کا مفہوم ادا کر دیتا ہے لیکن چونکہ ویسا مکمل مفہوم ادا نہیں کرتا جیسے نا اس لئے اصل قرآنی عبارت کے طور پر اسے استعمال نہیں کیا گیا صرف عارضی قرأت کے طور پر اس کا استعمال جائز رکھا گیا۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ابوالدرداء کو کوئی غلطی لگی ہو جب وہ خود کہتے ہیں کہ صحابہؓ مجھ پر زور دیتے ہیں کہ میں وَمَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَالۡاُنۡثٰۤی پڑھوں۔ تو اس کے معنے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اس بارہ میں ضرور کوئی بھول چوک واقعہ ہوگئی ہے ورنہ صحابہؓ کی اکثریت ان پر یہ زور نہ ڈالتی کہ اصل قرأت وَمَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَالۡاُنۡثٰۤی ہی ہے وَالذَّکَرِ وَالۡاُنۡثٰۤی نہیں ہے پس اول تو ضروری نہیں کہ ہم اس کو دوسری قرأت قرار دیں جب کثرت سے صحابہؓ کہتے ہیں کہ یہ قرأت نہیں تو ضروری ہے کہ ہم اسے قرأت قرار نہ دیں بلکہ ابوالدرداء کی رائے کو غلط سمجھیں۔ لیکن اگر اس قرأت کو تسلیم کرلیا جائے تب بھی جیسا کہ میں بتا چکا ہوں اس سے آیت کے معنوں میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا۔ اور قرأت کا اختلاف قرآن کریم کے کسی نقص پر نہیں بلکہ اس کے معنوں کی وسعت پر دلالت کرتا ہے۔

قریب کے زمانہ میں ایک انگریز نے قرآن کریم کے تین پرانے نسخے نکالے ہیں وہ حلب میں ایک مسیحی مونسٹری MONESTRY میں پروفیسر مقرر تھا۔ اس نے اپنے زعم میں قرآن کریم کے تین پرانے نسخے حاصل کئے ہیں اور ان کے باہمی اختلافات کو اس نے LEAVES FROM THREE DIFFERENT QURANS یعنی ’’قرآن کے پرانے تین نسخوں کے متفرق اوراق‘‘ کے نام سے شائع کر دیا۔ جب وہ کتاب شائع ہوئی تو لوگوں میں بڑا شور اٹھا اور عیسائیوں میں یہ سمجھا جانے لگا کہ اب قرآن کریم کی حفاظت کا دعویٰ بالکل باطل ہو گیا ہے۔ میں نے بھی وہ کتاب منگوائی تا کہ میں دیکھوں کہ قرآن کی حفاظت کے خلاف اس میں کون سے دلائل دیئے گئے ہیں۔ جب میں نے اسے پڑھا تو مجھے معلوم ہوا کہ جو نسخے اس کے پیش کئے گئے ہیں ان میں اسی قسم کا اختلاف ہے کہ کسی جگہ مَا کی جگہ مَنْ ہے اور کسی جگہ مَنْ کی جگہ مَا ہے۔ کسی جگہ قَالُوْا کے آگے الف ہے اور کسی جگہ الف نہیں۔ کسی جگہ ہٗ کی بجائے ھُمْ کی ضمیر استعمال کی گئی ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ اس قرآنی نسخہ کا اختلاف یا تو بعض قرأتوں پر مبنی تھا یا کتابت کی غلطیاں تھیں اور بس۔ میں نے اسے پڑھ کر نتیجہ نکالا کہ اگر ان مزعومہ قدیم نسخوں کو درست سمجھا جائے تب بھی اس سے قرآن کریم کے محفوظ ہونے کا ثبوت ملتا ہے کیونکہ اس کی عبارات معنوں کے لحاظ سے کوئی فرق پیدا نہیں کرتیں۔ صرف کسی جگہ مَا کی جگہ مَنْ اور ہٗ کی جگہ ھُمْ کی ضمیر بدلی ہوئی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ مختلف قرأتوں کا فرق ہے اور کچھ بھی نہیں۔ غرض عیسائیوں کے کتب خانہ میں سے بھی کوئی کتاب ایسی نہ نکلی جو قرأت کے اس فرق کے علاوہ قرآن کریم کے نسخوں میں کوئی اور فرق ثابت کرسکتی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اسی قرأت کے فرق کو بعض جگہ پیش کیا ہے۔ مثلاً وَاِنۡ مِّنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤۡمِنَنَّ بِہٖ قَبۡلَ مَوۡتِہٖ کی تفسیر کرتے ہوئے آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ مَوۡتِہٖ کی بجائے ایک قرأت مَوۡتِہِمۡ بھی آتی ہے جو آپ کے بیان کردہ مضمون کی تائید کرتی ہے۔ پس قرأتوں کا اختلاف یا تو قبائلی زبانوں کے فرق کے ضرر سے بچانے کے لئے ہے یا قرآنی معنوں کی وسعت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ 47-52 پرنٹ ویل امرتسر 2010ء)

تاریخ میں کچھ مفسرین کا رجحان قرآنی آیات کو فلسفیانہ نظر سے دیکھ کر اس کے علم و معانی کا احاطہ کرنا بھی رہا ہے۔ دنیائے اسلام میں جب عہدعباسی میں بالخصوص جب مسلمان علماء نے یونان، فارس اور ہندوستان سے تعلق رکھنے والے اقدم علماء کی فلسفہ کی کتب کو ترجمہ کیا تو اس وقت علوم کی مختلف ومتنوع جہات ان کے سامنے کھلیں۔ جب مسلم علماء نے ان کتب کا مطالعہ کیا تو ان میں ایک فلسفیانہ سوچ نے پروان چڑھا۔ ان فلسفیانہ نظریات وعقائد کا احاطہ کرنا اور فلاسفہ کے وحی والہام پر عقل کو فوقیت دینے کے علاوہ کئی اور معاملات میں کہ جن میں دین اور مذہب پر اعتراضات کئے گئے کے رد کے طور پر فلسفیانہ رجحان کی تفاسیر کو لکھا گیا۔ اسی اصل کو حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی تفسیر میں ایک جگہ کچھ ایسے بیان فرمایا۔

’’اہل فلسفہ کے قرآن مجید پر اعتراضات کے دفیعہ کے لئے مسلمانوں نے فلسفہ وغیرہ علوم کی تجدید کی اور علم منطق کے لئے نئی مگر زیادہ محقق راہ نکلی۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد صفحہ پرنٹ ویل امرتسر 2010ء)

بقیہ: وسعت حوصلہ...... از صفحہ 10

’’آج کل مادیت کا زیادہ زور ہے یا کیا وجہ ہے؟ بے صبری کا اظہار زیادہ ہے صبر کم ہو چکا ہے لوگوں میں برداشت کم ہو چکی ہے کہ ذرہ ذرہ سی بات پر لڑائیاں بھی ہوتی ہیں۔ رنجشیں بھی پیدا ہوتی ہیں اور پھر ان کی نوبت یہاں تک آتی ہے کہ رشتے ٹوٹ جاتے ہیں‘‘

(روزنامہ الفضل 7 جولائی 2011ء)

19 جون کو واقفین نو کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

’’پھر برداشت ہے۔ برداشت آج کل بہت کم ہوتی چلی جارہی ہے دنیا میں۔ اور صبر ہے یہ بھی آپ میں پیدا ہونا چاہئے تبھی آپ حقیقت میں فیلڈ میں جا کر اپنی خدمات کا صحیح استعمال کرسکتے ہیں۔‘‘

(روزنامہ الفضل 8 جولائی 2011ء)

2011ء جلسہ سالانہ لندن کے موقع پر مستورات سے بصیرت افروز خطاب میں فرمایا:

بے صبری اور گندی زبان سے امن برباد ہو رہا ہے۔ ایک دوسرے کے رحمی رشتوں کو احترام دیں۔ صبر اور برداشت سے کام لیں۔ بے صبری نہ ہوگی برداشت ہوگی تو تقویٰ سے رشتے قائم ہوں گے ------ بے صبری سے بچنا ہوگا۔ برداشت کرنے کی عادت ڈالنی ہوگی اور دخل اندازی بھی بند کرنی ہوگی۔ سچائی کا استعمال زیادہ کرنا ہوگا۔

(روزنامہ الفضل 29 جولائی 2011ء)

پیارے حضور کے ان ارشادات کو آج اگر عالمی حالات کے تناظر میں دیکھیں تو ہر طرف یہی مناظر نظر آتے ہیں۔ زندگی کے ہر شعبے میں بے صبری دکھائی دیتی ہے۔ برداشت کم ہوگئی ہے۔ چھوٹی چھوٹی بات پر غصہ آجاتا ہے۔ صرف افراد ہی نہیں بلکہ سوسائٹیاں، جماعتیں، کمیونٹیاں حتیٰ کہ حکومتیں بھی اس مرض میں مبتلا ہیں۔ انہی وجوہات سے سارا معاشرہ آج بدامنی کا شکار نظر آتا ہے۔ جس کی بدولت بڑے خطرناک نتائج ظاہر ہو رہے ہیں۔

حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریمؐ ہمیں فرمایا کرتے تھے جب تم میں سے کسی کو غصّہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جایا کرے اگر غصّہ دور ہوجائے تو ٹھیک ورنہ وہ لیٹ جائے۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب 4)

دھیماپن، صبر اور وسعت حوصلہ ایک بہت قیمتی ہتھیار ہے۔ جن کے ساتھ بڑے سے بڑے دشمن پر بھی فتح حاصل ہوتی ہے یہ ہنر آزمانے کے لائق ہے لیکن یاد رکھیں یہ دولت صرف دشمن میں تقسیم کے لیے نہیں بلکہ اس کا آغاز اپنے گھر سے کریں بچوں کی چھوٹی موٹی غلطیوں پر لال پیلے ہو کر کوئی سزا نافذ کرنے کی بجائے پیار کا ہتھیار استعمال کریں۔ اسی طرح میاں بیوی آپس کی غلطیوں پر کوئی طوفان کھڑا کرنے کی بجائے وسعت حوصلہ سے کام لیں تو یقین کریں ہمارے گھر جنت بن جائیں گے۔ جب ہم اپنی روزمرہ زندگی میں وسعت حوصلہ سے کام لے کر اپنے گھروں کے ماحول کو خوشگوار بنائیں گے تب ہم دنیا میں اپنے بڑے سے بڑے دشمن پر فتح حاصل کرنے کے قابل ہوں گے۔ جس کے نمونے ہمیں اپنے آقا ومولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے غلامان صادق کی زندگیوں میں نظر آتے ہیں۔ پس ہم دعا کرتے ہیں

رَبَّنَا ہَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعۡیُنٍ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا ﴿۷۵﴾

(الفرقان: 75)

اے ہمارے ربّ! ہمیں اپنے جیون ساتھیوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنا دے۔

رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَاِسۡرَافَنَا فِیۡۤ اَمۡرِنَا وَثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَانۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۱۴۸﴾

(آل عمران: 148)

اے ہمارے ربّ! ہمارے گناہ بخش دے اور اپنے معاملہ میں ہماری زیادتی بھی۔ اور ہمارے قدموں کو ثبات بخش اور ہمیں کافر قوم کے خلاف نصرت عطا کر۔ آمین

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے متعلق خود فرماتے ہیں:

’’میں اپنے نفس پر اتنا قابو رکھتا ہوں اور خدا تعالیٰ نے میرے نفس کو ایسا مسلمان بنایا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک سال بھر میرے سامنے بیٹھ کر میرے نفس کو گندی سے گندی گالی دیتا رہے۔ آخر وہی شرمندہ ہوگا اور اسے اقرار کرنا پڑے گا کہ وہ میرے پاؤں جگہ سے نہ اکھاڑ سکا‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 411 کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن)

نیاز احمد نائک۔ استاد جامعہ احمدیہ قادیان

اپنے جائزے لیں

از ارشادات خطبات مسرور جلد 8 حصہ اول

قسط 7

ہر موصی اپنا جائزہ لے کہ کم آمد لکھوا کر اپنے عہد میں خیانت تو نہیں کر رہا

ہر موصی کو خود بھی ہر وقت اپنا جائزہ لیتے رہنا چاہئے کہ کہیں تقویٰ سے ہٹ کر مَیں اپنی کسی آمد کو چاہے وہ معمولی ہی کیوں نہ ہو ظاہر نہ کر کے اللہ تعالیٰ سے کئے گئے عہد میں خیانت تو نہیں کر رہا؟ پس موصیان اور موصیات جماعت میں چندہ دینے والوں کا وہ گروہ ہے جس کے متعلق یہی خیال کیا جاتا ہے کہ وہ تقویٰ کے اعلیٰ معیاروں کے حصول کی کوشش کرنے والے ہیں اور ہر لحاظ سے قربانیوں کے اعلیٰ معیار قائم کرنے والے ہیں جو اپنی آمد اور جائیداد کا ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اپنی خوشی سے پیش کرتے ہیں۔ نیز اپنے اعمال پر نظر رکھنے والے ہیں اور اس کے لئے کوشش کرنے والے ہیں۔ اپنی عبادتوں کے معیار بلند تر کرنے کی کوشش کرنے والے ہیں۔ اپنے اخلاق بہترین رنگ میں سنوارنے کی کوشش کرنے والے ہیں۔ حقیقی مومن بننے کی طرف ہر طرح سے کوشش کرتے ہوئے قدم بڑھانے والے ہیں۔ اللہ کرے کہ ہر موصی اسی جذبہ سے وصیت کرنے والا اور اس کو قائم رکھنے والا ہو۔

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 13)

ہر وقت اپنی حالتوں کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے

پس اس بات کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں کہ ہم اس نبی پر بھی ایمان لائے ہیں جس نے ہمارے لئے حلال و حرام کا فرق بتا کر دین کے بارہ میں غلط نظریات کے طوق ہماری گردنوں سے اتارے۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے بتایا کہ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ باوجود ان واضح ہدایات کے پھر بھی بعض طوق اپنی گردنوں پر ڈال لئے ہیں۔

لیکن ہم احمدی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عہد بیعت کے بعد اس حقیقت کو دوبارہ سمجھے ہیں کہ یہ طوق اپنی گردنوں سے کس طرح اتارنے ہیں۔ اللہ کا احسان ہے کہ قبروں پر سجدے سے ہم بچے ہوئے ہیں۔ پیر پرستی سے عموماً بچے ہوئے ہیں۔ بعض جگہ اِکّا دُکّا شکایات آتی بھی ہیں۔ عمومی طور پر بعض غلط قسم کے رسم و رواج سے ہم بچے ہوئے ہیں لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا بعض چیزیں راہ پا رہی ہیں۔ اگر ہم بے احتیاطیوں میں بڑھتے رہے تو یہ طوق پھر ہمارے گلوں میں پڑ جائیں گے جو آنحضرت ﷺ نے ہمارے گلوں سے اتارے ہیں اور جن کو اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اتارنے کی پھر نصیحت فرمائی ہے۔ اور پھر ہم دین سے دور ہٹتے چلے جائیں گے۔ اب ظاہر ہے جب ایسی صورت ہو گی تو پھر جماعت سے بھی باہر ہو جائیں گے۔ کیونکہ جماعت سے تو وہی جڑ کر رہ سکتے ہیں جو نور سے حصہ لینے والے ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول اور کتاب سے حصہ لے رہے ہیں۔ جو اللہ اور رسول اور اس کی کتاب سے حصہ نہیں لے رہے وہ نور سے بھی حصہ نہیں لے رہے۔ جو نور سے حصہ لینے کی کوشش نہیں کر رہے وہ ایمان سے بھی دور جا رہے ہیں۔ تو یہ تو ایک چکر ہے جو چلتا چلا جاتا ہے۔ پس ہر وقت اپنی حالتوں کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ آنحضرت ﷺ جو خود بھی نور تھے اور آسمان سے کامل نور آپ پر اترا تھا یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ میرے دل اور میرے دیگر اعضاء میں نور رکھ دے۔

(بخاری کتاب الدعوات باب الدعاء اذا انتبہ من اللیل حدیث نمبر 6316)

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 38)

اپنے بچوں کی طرح یتامیٰ کا بھی جائزہ لو

اللہ تعالیٰ نے شروع ہی اس طرح فرمایا ہے کہ وَابْتَلُوا الْیَتٰمٰی کہ یتیموں کو آزماتے رہو۔ آزمانا کیا ہے؟ کس طرح آزمانا ہے؟

یہی کہ تمہارے سپرد جو یتیم کئے گئے ہیں ان کی تعلیم و تربیت کا خیال رکھو۔ انہیں لاوارث سمجھ کر ان کی تربیت سے غافل نہ ہو جاؤ، ان کی تعلیم سے غافل نہ ہو جاؤ بلکہ انہیں اچھی تعلیم و تربیت مہیا کرو۔ اور جس طرح اپنے بچوں کا وقتاً فوقتاً جائزہ لیتے رہتے ہو، اُن کے بھی جائزے لو کہ تعلیمی اور دینی میدان میں وہ خاطر خواہ ترقی کر رہے ہیں یا نہیں؟ پھر جس تعلیم میں وہ دلچسپی رکھتے ہیں اس کے حصول کے لئے ان کی بھرپور مدد کرو۔ یہ نہیں کہ اپنا بچہ اگر پڑھائی میں کم دلچسپی لینے والا ہے تب اس کے لئے تو ٹیوشن کے انتظام ہو جائیں، بہتر پڑھائی کا انتظام ہو جائے اور اس کی پڑھائی کے لئے خاص فکر ہو اور یتیم بچہ جس کی کفالت تمہارے سپرد ہے وہ اگر آگے بڑھنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے تب بھی اس کی تعلیم پر، اس کی تربیت پر کوئی نظر نہ رکھی جائے۔ نہیں! بلکہ اس کی تمام تر صلاحیتوں کو بھرپور طور پر اجاگر کرنے کی کوشش کی جائے۔ یہ اصل حکم ہے۔ اور جتنی بھی اس کی استعدادیں اور صلاحیتیں ہیں اس کے مطابق اس کو موقع میسر کیا جائے کہ وہ آگے بڑھے اور مستقبل میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہو۔ کبھی اسے یہ خیال نہ ہو کہ مَیں یتیم ہونے کی وجہ سے اپنی استعدادوں کے صحیح استعمال سے محروم رہ گیا ہوں۔ اگر میرے ماں باپ زندہ ہوتے تو مَیں اس وقت سبقت لے جانے والوں کی صف میں کھڑا ہوتا۔

پس چاہے کوئی انفرادی طور پر کسی یتیم کا نگران ہے یا جماعت کسی یتیم کی نگرانی کر رہی ہے اس کی تعلیم و تربیت کا مکمل جائزہ اور دوسرے معاملات میں اس کی تمام تر نگرانی کی ذمہ داری ان کے نگرانوں پر ہے۔

اور پھر یہ جائزہ اس وقت تک رہے جب تک کہ وہ نکاح کی عمر تک نہ پہنچ جائیں۔ یعنی ایک بالغ ہونے کی عمر تک نہ پہنچ جائیں۔ ایک بالغ اپنے اچھے اور برے ہونے کی تمیز کر سکتا ہے۔ اگر بچپن کی اچھی تربیت ہو گی تو اس عمر میں وہ معاشرے کا ایک بہترین حصہ بن سکتا ہے۔ لیکن یہاں بھی دیکھیں کہ کتنی گہرائی سے ایک اور سوال کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ صرف بالغ ہونا کسی کو اس قابل نہیں بنا دیتا کہ اگر اس کے ماں باپ نے کوئی جائیداد چھوڑی ہے تو اس کو صحیح طور پر سنبھال بھی سکے۔ یہاں عاقل ہونا بھی شرط ہے یعنی ذمہ داری کا احساس اور اس دولت کے صحیح استعمال کا فہم ہونا بھی ضروری ہے۔ اس لئے فرمایا کہ ان کی عقل کا جائزہ بھی لو۔ اگر تو ایک

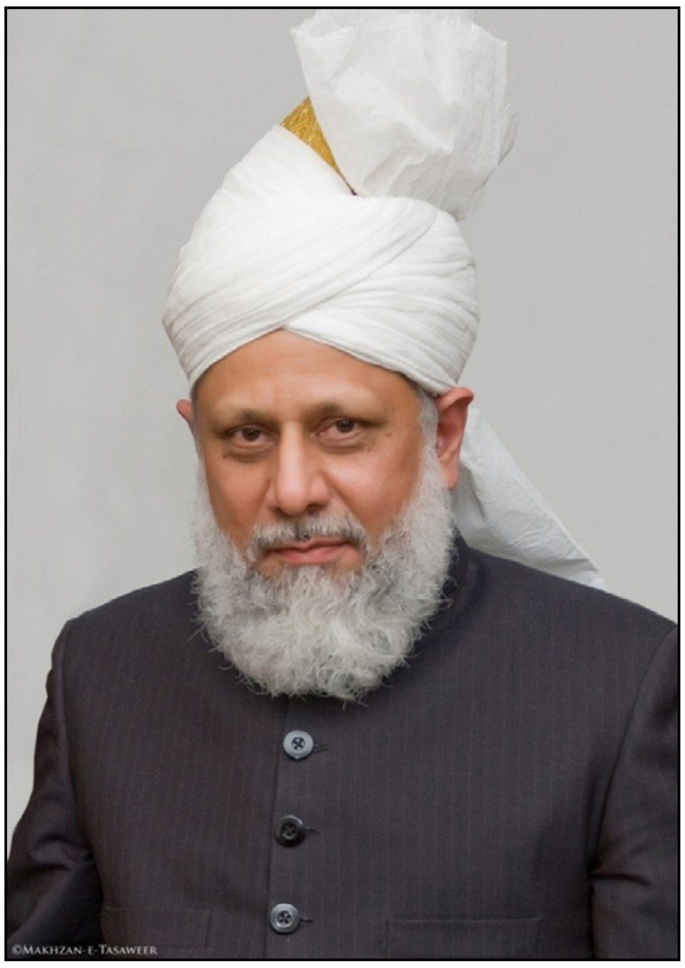

بچہ جوانی کی عمر کو پہنچنے تک اپنی پڑھائی میں بھی اور دوسری تربیت میں بھی، اپنے اٹھنے بیٹھنے میں بھی، چال ڈھال میں بھی عمومی طور پر بہتر نظر آ رہا ہے اس کی عقل بھی صحیح ہے تو ظاہر ہے اس کے سپرد اس کا مال کیا جائے۔ اس لئے کہ وہ حقدار بنتا ہے کہ اس کو اس کا ورثہ لوٹایا جائے۔ وہ خود اس کو سنبھالے یا اس کو آگے بڑھائے یا جو بھی کرنا چاہتا ہے کرے۔ لیکن اگر کوئی باوجود بالغ ہونے کے دماغی طور پر اتنی صلاحیت نہیں رکھتا کہ اپنے مال کی حفاظت کر سکے تو پھر اس کے مال کی حفاظت کرو۔ اس کے نگران کی ذمہ داری لگائی گئی ہے کہ پھر تم اس مال کی نگرانی کرو۔ اور ضرورت کے مطابق اس کے خرچ ادا کرو۔ لیکن اس عرصہ میں بھی جوں جوں اس کی عمر بڑھ رہی ہے، بعضوں کو ذرا دیر سے سمجھ آتی ہے، اسے مالی امور کے جو نشیب و فراز ہیں وہ سمجھاتے رہو تا کہ وہ کسی نہ کسی وقت پھر اپنا مال سنبھال سکے۔ بعض معاملات میں بعض بظاہر کمزور سمجھ رکھنے والے ہوتے ہیں ہر چیز کو پوری طرح نہیں سنبھال سکتے۔ لیکن مَیں نے دیکھا ہے کہ اس کے باوجود ان کو پیسے کا استعمال اور پیسے کا رکھنا بڑا اچھا آتا ہے۔ سوائے اس کے کہ بالکل کوئی فاتر العقل ہو۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ بیوقوف ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں جھلّا ہے۔ لیکن وہ جھلّا بھی ایسے ایسے کاروبار کرتا ہے کہ بڑے بڑے پڑھے لکھے نہیں کر رہے ہوتے۔

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 98-99)

اگر ہم جائزہ لیں تو بہت سی باتیں نیکی کی ہم نظر انداز کر جاتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے جب تبلیغ کی طرف توجہ دلائی ہے تو ساتھ ہی تبلیغ کرنے والوں کو عملی حالت کی درستی کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔ فرمایا۔ وَمَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴿۳۴﴾ (حٰمٓ السجدۃ:34)۔ اور بات کہنے میں اس سے بہتر کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک اعمال بجالائے۔ اور کہے کہ مَیں یقیناً کامل فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بہترین بات جو تم کرتے ہو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا ہے۔ باقی تمام کام ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ جو ذرائع میسر ہیں انہیں کام میں لاؤ اور جب موقع ملے، ان بہترین لوگوں میں شامل ہونے کی کوشش کرو جو خدا

تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں اور پھر خدا تعالیٰ کی طرف بلانے کے لئے اپنے عمل کی طرف بھی توجہ رکھو۔ وہ نیک اعمال بجالانے کی کوشش کرو جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔قرآنِ کریم میں سینکڑوں ایسے احکامات ہیں۔بعض حکم ہیں جن کے کرنے کا ایک مومن کو حکم ہے۔بعض باتیں ہیں جن کو نہ کرنے کا ایک مومن کو حکم ہے۔تو جب ایک انسان ان چیزوں کے کرنے سے رکتا ہے جن سے خدا تعالیٰ نے روکا ہے اور ان چیزوں کو بجا لانے کی کوشش کرتا ہے جن کے کرنے کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو یہ اعمالِ صالحہ ہیں۔ اب اگر ہم جائزہ لیں تو بہت سی باتیں نیکی کی ایسی ہیں روزمرہ کے گھریلو معاملات میں بھی، معاشرے کے معاملات میں بھی، جماعتی طور پر نظام کی پابندی کرنے کے بارے میں بھی اور عبادات بجالانے میں بھی جو ہم نظر انداز کر دیتے ہیں۔ تو ایک داعی الی اللہ کو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ اس کی ایک شرط اور بہت اہم شرط اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ نیک اعمال بجالانے والا ہو۔ اپنے نیک عمل ہوں گے تو تب ہی دوسروں کو بھی نیکی کی طرف بلایا جا سکتا ہے۔ دوسرے کو بھی کہا جا سکتا ہے کہ آؤ مَیں تمہیں دکھاؤں کہ اللہ تعالیٰ کے ایک فرستادہ نے، ایک شخص نے جو اس زمانے کی اصلاح کے لئے آیا ہے، مجھے ایسے راستے بتائے ہیں جن پر چل کر مَیں خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا بن گیا ہوں یا اس طرف چل کے مَیں بہت لحاظ سے، ایک حد تک اپنے دل میں سکون اور چین پاتا ہوں اور اس طرف میرے ترقی کے قدم بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ اپنی دنیا و آخرت سنوارنے کی طرف مَیں اس تعلیم کی وجہ سے متوجہ ہوا ہوں۔ آؤ تم بھی میری باتیں سنو۔جس طرح مَیں فرمانبردار بننے کی کوشش کر رہا ہوں، تم بھی اس دین کی طرف آؤ اور اپنی دنیا و عاقبت سنوارنے کی کوشش کرو۔

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 169-170)

آنکھیں کھلی رکھ کر گردو پیش کا جائزہ بھی لیتے رہیں

ایک بغدادی مولوی کے نام سے مشہور تھا اس کا قصہ ہے۔ وہ گالیاں نکالنے میں بھی شیر تھا کیونکہ یہ مولوی جو ہیں اس کام میں بہت شیر ہوتے ہیں۔ بہر حال وہ خاص طور پر وہابیوں کے بڑا خلاف تھا۔حضور علیہ السلام نے اس کی مہمان نوازی فرمائی یعنی اس کا حکم دیا۔ کسی نے اس بغدادی مولوی کو کہا کہ جن کی مہمان نوازی سے تم لطف اٹھا رہے ہو اور جن کے سامنے بیٹھ کر وہابیوں کو گالیاں دے رہے ہو، یہ بھی وہابی ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ گالیاں تو بہت زیادہ دیتا تھا لیکن مَیں نے اسے کبھی احساس نہیں ہونے دیا اور کہنے والے کا حضرت مسیح موعود کے متعلق یہ کہنا کہ یہ بھی وہابی ہیں، فرمایا کہ ایک لحاظ سے ٹھیک ہے کیونکہ مَیں بھی قرآن شریف کے بعد صحیح احادیث پر عمل کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

(ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعودؑ جلد اول صفحہ 161-162 از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ)

بہر حال ایسے کئی واقعات ہیں جن کی تفصیلات ہمارے لٹریچر میں، کتب میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس عمل کو جو آپ علیہ السلام نے اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفی ﷺ کے اسوہ کو دیکھ کر اپنایا ہم بھی اپنا کر عمل کرنے والے بنیں۔ مہمانوں کا حق ادا کرنے والے بھی ہوں۔

لیکن ساتھ ہی ایک بات میں کہنا چاہتا ہوں جیسا کہ پہلے بھی میں نے کہا، اپنی آنکھیں کھلی رکھ کر گردو پیش کا جائزہ بھی لیتے رہیں کیونکہ آج کل جماعت کی مخالفت اور دشمنی نے شرارتی عنصر کو ہر قسم کی اخلاقی پابندیوں سے عاری کر دیا ہے۔ اور نہ صرف اخلاقی، بلکہ کسی بھی قسم کی شرارت کی ان سے توقع کی جا سکتی ہے۔

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 390)

رمضان میں اپنی بعض کمزوریوں کا جائزہ لے کر انہیں دور کرنے کی کوشش کریں

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑتا اللہ تعالیٰ کو اس چیز کی قطعاً ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

(صحیح بخاری کتاب الصوم باب من لم یدع قول الزور والعمل بہ فی الصوم حدیث نمبر 1903)

پھر ایک روایت ہے کہ روزہ ڈھال ہے جب تک کہ وہ اس ڈھال کو جھوٹ اور غیبت کے ذریعے نہیں پھاڑتا۔

(الجامع الصغیر للسیوطی حرف الصاد حدیث نمبر 5197 جزء اول و دوم صفحہ 320 دار الکتب العلمیۃ بیروت ایڈیشن 2004ء)

کیونکہ روزہ تو ایک مومن رکھتا ہے۔ جب جھوٹ آ گیا تو ایمان تو ختم ہو گیا۔ خدا تعالیٰ کی خاطر روزہ رکھا جاتا ہے۔ جب جھوٹ آ گیا تو خدا تعالیٰ تو بیچ میں سے نکل گیا۔تب تو شرک پیدا ہو گیا۔ اس لئے روزہ بھی ختم ہو گیا۔ یہ تو خاص روزے کے حالات کے لئے ہے۔لیکن عام حالات میں بھی جیسا کہ مَیں نے پہلے بیان کیا جھوٹ کو شرک کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ پس اس رمضان میں اس بات پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم اپنی بعض کمزوریوں کا جائزہ لے کر انہیں دور کرنے کی کوشش کریں تبھی ہم اللہ تعالیٰ کا حقیقی عبد بن سکتے ہیں۔ ایمان میں مضبوطی کی طرف قدم بڑھا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی باتوں پر لبیک کہنے والے بن سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اِنِّیۡ قَرِیۡبٌ کی آواز کو سن سکتے ہیں۔

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 421-422)

آج اگر جائزہ لیں تو ایسے ہی لوگ مذہب کے نام پر خون کرنے والے ہیں

پس آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ دین کی رغبت کا دعویٰ تو ہے لیکن روحانی رہنمائی نہ ہونے کی وجہ سے دین کے نام پر شیطانی عمل ہیں۔ آج اگر جائزہ لیں تو ایسے ہی لوگ مذہب کے نام پر خون کرنے والے ہیں۔ اس اقتباس میں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوہ والسلام کا مَیں نے پڑھا، لیلۃ القدر کے حوالے سے ایک بہت اہم بات جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ اصل لیلۃ القدر آنحضرت ﷺ کو عطا ہوئی اور اس لیلۃ القدر کا زمانہ قیامت تک پھیلا ہوا ہے۔ اور اس کا نتیجہ ہے کہ نیک لوگ سیدھے راستے کی طرف آ رہے ہیں۔

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 450)

ایم ٹی اے کے کارکنان کو حقیقی مقام کا احساس ہوگا جب جائزے بھی لے رہے ہونگے

MTA کی تقریب پر مَیں نے انہیں یہی کہا تھا کہ آج MTA کا ہر کارکن چاہے وہ جہاں بھی دنیا میں کام کر رہا ہے، یا کسی بھی کونے میں جہاں کام کر رہا ہے، وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیغام کو دنیا کے کنارے تک پہنچانے کا کام کر رہا ہے۔ یہ کام تو خدا تعالیٰ نے کرنا ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے خود آپؑ سے فرمایا تھا کہ میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ ذرائع بھی پیدا فرمائے ہیں کہ آپ کا پیغام دنیا کے کناروں تک پہنچے۔ پس یہ خدا تعالیٰ کی تقدیر ہے اور یہ تمام ایجادات اس کی شہادت دے رہی ہیں۔ لیکن ہم اس سوچ کے ساتھ اگر یہ کام کریں کہ ہم اس تبلیغ کا حصہ بن کر خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والے بھی بن جائیں۔ اور یہ اپنے آپ کو دیکھیں کہ آیا ہم بن رہے ہیں کہ نہیں تو تبھی اس کا صحیح حق ادا ہو گا۔ ایسے کارکنوں کو تبھی ان کے حقیقی مقام کا احساس ہو گا جب وہ یہ جائزہ بھی لے رہے ہوں گے۔ اور جب مقام کا احساس ہو گا تو اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے کی جو ذمہ داریاں ہیں اس طرف بھی توجہ پیدا ہو گی۔صرف ٹیکنیکل مدد یا کیمرے کے پیچھے کھڑے ہو جانا یا پروگرام بنا لینا یا اسی طرح کے دوسرے کام کر دینا کافی نہیں ہو گا بلکہ پھر اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے کے لئے عبادتوں کی طرف بھی توجہ ہو گی۔ ہر کام کے بہتر انجام کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف جھکاؤ ہو گا اور وَّالنّٰشِطٰتِ نَشۡطًا کو سامنے رکھتے ہوئے صحابہ کے نقشِ قدم پر چلنے کی طرف توجہ پیدا ہو گی۔یعنی عبادتوں کے معیار کے ساتھ عملی کوششیں کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کے مسیح کی مدد کرنے کی طرف بھی توجہ ہو گی۔ اس پیغام کو دنیا میں پھیلانے کے لئے کوشش ہو گی۔ اور یہ بات صرف MTA تک محدود نہیں ہے یا بعض ویب سائٹس پر جواب دینے کے لئے کچھ لوگوں کی ٹیم بنا دی جاتی ہے، ان تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ ہر فردِ جماعت کو اس میں کردار ادا کرنا چاہئے۔صحابہ نے جو حق ادا کیا اسے ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اگر ہم نے اب تک وقت ضائع کیا ہے یا ہماری توجہ پیدا نہیں ہوئی یا احساس نہیں ہوا تو اب اپنے اندر احساس کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔ گو کہ اتمامِ حجت تو ہو چکی ہے لیکن پھر بھی جس حد تک ہم اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں اس کو ادا کرنے کی کوشش کریں۔ اگر اس طرح ہر احمدی اپنا کردار ادا کرنے کی کوشش کرے تو انشاء اللہ تعالیٰ جلد ہی ہم ایک انقلاب دیکھیں گے کیونکہ زمانہ اب تیزی سے اس طرف آ رہا ہے۔

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 529)

واقفین زندگی اپنا جائزہ لیں کہ تبلیغ اور تربیت کا فریضہ سرانجام دینے والے ہوں

آپ کا دین قرآنِ کریم کے ہر حکم کو سمجھ کر اس پر عمل کرنا اور اسے پھیلانا تھا۔ پس آپ کے اسوہ پر چلنے کا تو ہر مومن کو حکم ہے لیکن وہ لوگ جو تَفَقُّہ فِی الدِّیۡن کرنے والے ہیں، جو دین کو سمجھنے اور سیکھنے کا دعویٰ کرنے والے ہیں، جو عام مومنین سے بڑھ کر خیر کی طرف بلانے والے ہیں، جن سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ دوسروں کی نسبت بہت زیادہ نیکیوں کا حکم دینے والے اور برائیوں سے روکنے والے ہیں ان کو کس قدر اس اُسوہ پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ پس جو واقفینِ زندگی ہیں ان کو اپنا اپنا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ اگر ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن ایک مکمل شرعی کتاب ہے تو پھر تَفَقُّہ فِی الدِّیۡن کرنے والے اس بات کے سب سے زیادہ ذمہ دار ہیں کہ اپنی زندگیوں کو اس تعلیم کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں تا کہ اپنی ذمہ داریاں صحیح طور پر ادا کر سکیں۔ اپنے نمونے قائم کر کے خدا تعالیٰ کی طرف بلانے والے ہوں۔ احسن رنگ میں تبلیغ اور تربیت کا فریضہ سرانجام دینے والے ہوں۔

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 542)

جائزے لینے کی عادت سے تبدیلی پیدا ہوگی

اب ہر واقفِ زندگی جائزہ لے جو میدانِ عمل میں ہیں یا مختلف جگہوں

پر کام کر رہے ہیں اور وہ بھی جو جامعات میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور جب ہمیں جائزے لینے کی یہ عادت پڑے تو پھر ایک تبدیلی بھی پیدا ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس سال کینیڈا کے جامعہ احمدیہ سے بھی واقفین نو کی اور مربیان کی، مبلغین کی پہلی کھیپ نکل رہی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ باقی جگہوں سے بھی واقفینِ نو میں سے نکلنی شروع ہو جائے گی بلکہ پاکستان میں تو ہوسکتا ہے کہ کچھ واقفینِ نو مربیان بن بھی چکے ہوں۔ تو ہمیشہ یہ یاد رکھیں کہ عاجزی اور انکساری ایک مبلغ کا خاصہ ہونا چاہئے لیکن وقار قائم رکھنا بھی ضروری ہے۔۔ پھر آپ نے واقفینِ زندگی کو ہدایت دیتے ہوئے فرمایا کہ ''ہماری کتابوں کا کثرت سے مطالعہ کرنے سے ان کی علمیت کامل درجہ تک پہنچی ہوئی ہو۔''

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 682)

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 543)

احمدی کو جہاں حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لانے سے تسلی ہوتی ہے وہاں فکر بھی ہے اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے

اگر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنی ہے تو پھر آنحضرت ﷺ کے اُسوہ اور آپؐ پر اتری ہوئی تعلیم کی پابندی کرنا بھی لازمی ہے۔ اس تعلیم پر پابندی اور آپ کے اسوہ پر چلنے کی کوشش ہی اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ بنے گی۔ اس نور سے حصہ پانے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی بھی شرط رکھی ہے۔ صرف ایمان لانا ہی کافی نہیں ہے۔ ایک مومن کو اعمال صالحہ کی طرف بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ فسق و فجور سے بچنے کی ضرورت ہے۔ جو آیت مَیں نے پہلے شروع میں تلاوت کی تھی اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ اللہ پر ایمان، اس کے رسول پر ایمان اور قرآن کریم پر ایمان ہی نور سے حصہ دلانے والا بنے گا، جنت کا وارث بنائے گا۔ اللہ تعالیٰ انسان کے ہر عمل سے باخبر ہے۔ اس کے علم میں ہے کہ انسان کون سے اعمال اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے بجا لا رہا ہے۔ اُسوۂ رسول اور تعلیم پر کس حد تک عمل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ایمان کا دعویٰ دل سے ہے یا صرف زبانی باتیں ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے جو انسانوں پر احسان کیا کہ ایک ایسا نبی مبعوث فرمایا جس کی تعلیم پر عمل کرنے سے ہی دنیا و آخرت میں انسان کی بقا ہے تو ان لوگوں کا جو مومن ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں کس قدر یہ فرض بنتا ہے کہ اپنے اوپر اس تعلیم کو لاگو کریں جو کامل اور مکمل تعلیم ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کا جاری احسان دیکھیں کہ وَاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ (الجمعۃ:4) کی خبر دے کر یہ تسلی بھی کروائی کہ آنحضرت ﷺ اور قرآن کریم کا فیضان جو فیضان نور ہے یہ جاری ہے۔ اندھیرے زمانہ کے بعد آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق اور آپ ﷺ کے نور سے سب سے زیادہ حصہ پانے والے جس امام اور مسیح و مہدی نے آنا ہے اس کے ذریعہ پھر اندھیروں سے نور کی طرف راہنمائی ہوگی۔ آنے والے مسیح موعود اور مہدی موعود نے پھر اُمّت کو بھی اور باقی دنیا کو بھی اعتقادی اور عملی اندھیروں سے نکالنا ہے اور جو اس کے ساتھ جڑ جائے گا، جو اسے قبول کرے گا، جو اس سے سچا تعلق رکھے گا، جو دنیا کی لغویات سے بچتے ہوئے اس سے کئے گئے عہد کی پابندی کرے گا وہ پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرتے ہوئے جنتوں کی خوشخبری سنے گا۔

پس ایک احمدی کو جہاں اس بات سے تسلی ہوتی ہے وہاں فکر بھی ہے۔ اپنے جائزے لینے کی ضرورت بھی ہے۔ اس نور سے فائدہ اٹھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰہِ وَیَعۡمَلۡ صَالِحًا (التغابن:10) کی شرط رکھی ہے کہ اللہ پر ایمان کے ساتھ عمل صالح ضروری ہے۔ پس ہمیشہ اپنے مدنظر یہ بات رکھنی چاہئے کہ کون سا عمل صالح ہے اور کون سا غیر صالح ہے۔ بعض بظاہر چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں۔ مثلاً خوشیاں ہیں۔ یہ دیکھنے والی بات ہے کہ خوشیاں منانے کے لئے ہماری کیا حدود ہیں اور غموں میں ہماری کیا حدود ہیں۔ خوشی اور غمی انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے اور دونوں چیزیں ایسی ہیں جن میں کچھ حدود اور قیود ہیں۔

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 32-33)

یتامیٰ کے بھی جائزے لو جس طرح اپنے بچوں کے لیتے ہو

یتیموں کے بارہ میں یہ بعض احکامات ہیں کہ ان سے کس طرح کا سلوک کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شروع ہی اس طرح فرمایا ہے کہ وَابۡتَلُوا الۡیَتٰمٰی کہ یتیموں کو آزماتے رہو۔ آزمانا کیا ہے؟ کس طرح آزمانا ہے؟ یہی کہ تمہارے سپرد جو یتیم کئے گئے ہیں ان کی تعلیم و تربیت کا خیال رکھو۔ انہیں لاوارث سمجھ کر ان کی تربیت سے غافل نہ ہو جاؤ، ان کی تعلیم سے غافل نہ ہو جاؤ بلکہ انہیں اچھی تعلیم و تربیت مہیا کرو۔ اور جس طرح اپنے بچوں کا وقتاً فوقتاً جائزہ لیتے رہتے ہو، اُن کے بھی جائزے لو کہ تعلیمی اور دینی میدان میں وہ خاطر خواہ ترقی کر رہے ہیں یا نہیں؟ پھر جس تعلیم میں وہ دلچسپی رکھتے ہیں اس کے حصول کے لئے ان کی بھرپور مدد کرو۔ یہ نہیں کہ اپنا بچہ اگر پڑھائی میں کم دلچسپی لینے والا ہے تب اس کے لئے تو ٹیوشن کے انتظام ہو جائیں، بہتر پڑھائی کا انتظام ہو جائے اور اس کی پڑھائی کے لئے خاص فکر ہو اور یتیم بچہ جس کی کفالت تمہارے سپرد ہے وہ اگر آگے بڑھنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے تب بھی اس کی تعلیم پر، اس کی تربیت پر کوئی نظر نہ رکھی جائے۔ نہیں! بلکہ اس کی تمام تر صلاحیتوں کو بھرپور طور پر اجاگر کرنے کی کوشش کی جائے۔ یہ اصل حکم ہے۔ اور جتنی بھی اس کی استعدادیں اور صلاحیتیں ہیں اس کے مطابق اس کو موقع میسر کیا جائے کہ وہ آگے بڑھے اور مستقبل میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہو۔ کبھی اسے یہ خیال نہ ہو کہ مَیں یتیم ہونے کی وجہ سے اپنی استعدادوں کے صحیح استعمال سے محروم رہ گیا ہوں۔ اگر میرے ماں باپ زندہ ہوتے تو مَیں اس وقت سبقت لے جانے والوں کی صف میں کھڑا ہوتا۔

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 98)

باوجود تمام محنت اور کوشش کے حالات بھی بد سے بدتر ہو رہے ہوں، تو ہمیں اپنے جائزے لینے چاہئیں

بعض اوقات بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ دوسری نیکیاں بھی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر ہمارے حالات بد سے بدتر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ یہاں ایک بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شروع میں بیان کی کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں متقی ہونا اور اس کے لئے بڑی کوشش کرنی پڑتی ہے۔ ایسے لوگوں کو فکر کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ استغفار پڑھنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تو کبھی جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ اگر کہیں بھی کمی ہے تو ہمارے اندر کمی ہے۔ ہماری کوششوں میں ہی کمی ہے۔ تقویٰ باریک سے باریک نیکیوں کو بجالانے کا، ان کا خیال رکھنے کا نام ہے۔ پس اگر کہیں ایسی صورت پیدا ہو رہی ہے جہاں باوجود تمام محنت اور کوشش کے حالات بھی بد سے بدتر ہو رہے ہوں، تو ہمیں اپنے جائزے لینے چاہئیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ کاروباری آدمی کے متعلق کاروبار کے سلسلے میں اگر معمولی جھوٹ بھی بولا جائے تو یہ چیز انسان کو تقویٰ سے دور لے جاتی ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ پر توکل کے بھی خلاف ہے۔

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 126)

اللہ تعالیٰ کے انعامات سے فیض پانے کے لئے ہمیں باریک بینی سے اپنے جائزے لینے ہوں گے

اللہ تعالیٰ کے انعامات سے فیض پانے کے لئے ہمیں باریک بینی سے اپنے جائزے لینے ہوں گے۔ کہ کہیں ہماری باتوں میں جھوٹ کی ملونی تو نہیں؟ کہیں نیت میں کھوٹ تو نہیں؟ جو بھی کام کیا ہے صاف اور کھرا اور قولِ سدید سے کام لیتے ہوئے کیا ہے؟ قولِ سدید صرف سچائی کا نام نہیں ہے۔ بلکہ ایسی سچائی ہے جو واضح طور پر دوسرے کو سمجھ میں آنے والی ہو۔ پھر عبادت کا حق ہے۔ متقی بننے کے لئے عبادت کا حق ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ پس حقیقی متقی وہی ہے جو حقوق اللہ ادا کرنے والا بھی ہو اور حقوق العباد ادا کرنے والا بھی ہو۔ اور اس کے لئے جیسا کہ میں نے کہا حقیقی طور پر گہرائی میں جا کر اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ بعض لوگ بلکہ فی زمانہ تو ایک بہت بڑی تعداد دھوکے سے دولت کما لیتی ہے، بڑے امیر بن جاتے ہیں اور ظاہر میں بڑی کشائش رکھنے والے ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی نظر میں یہ دولت ان کے لئے آگ ہے۔ ایک تو اس دنیا میں یہ لوگ بیماریوں کی صورت میں، مقدموں کی صورت میں، پھر اور تکلیفوں کی صورت میں، بلاؤں کی صورت میں ہر قسم کی آگ میں جل رہے ہوتے ہیں۔ اور یہ دولت پھر ان کے لئے بے چینی کا باعث بنتی ہے۔ دوسرے آخرت کی آگ ہے۔ خدا تعالیٰ اس سے بھی ڈراتا ہے۔ پس یہ جو ان کی دولت ہے یہ کوئی قابلِ رشک چیز نہیں ہے جس کی طرف ہماری نظر ہو، ایک مومن کی نظر ہو۔ بلکہ یہ خوف دلانے والی بات ہے۔ لیکن مومن کے لئے جب رزق کا ذکر خدا تعالیٰ فرماتا ہے تو بابرکت رزق کا ذکر فرماتا ہے۔ اصل مقصود ایک مومن کا روحانی رزق ہے۔ جو ہر چیز پر مقدم ہوتا ہے اور اس کے نتیجہ میں اس دنیا میں بھی اطمینانِ قلب نصیب ہوتا ہے اور مرنے کے بعد بھی جو دائمی ٹھکانا ہے اس میں بھی اللہ تعالیٰ اپنی رضا کا، اپنی جنتوں کا وعدہ فرماتا ہے۔ پس ایک دنیادار کے معیار اور ایک مومن کے معیار بہت مختلف ہیں۔ جس کو خدا تعالیٰ کی رضا مطلوب ہو وہ دنیا کے پیچھے نہیں دوڑتا۔ بلکہ دنیاوی مادی رزق کو بھی خدا تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ مومن کو بغیر حساب کے رزق دینے اور کافر اور دنیادار کے لئے اس دنیا کی آسائشوں میں ڈوبنے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

زُیِّنَ لِلَّذِیۡنَ کَفَرُوا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا وَیَسۡخَرُوۡنَ مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۘ وَالَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا فَوۡقَہُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ وَاللّٰہُ یَرۡزُقُ مَنۡ یَّشَآءُ بِغَیۡرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۳﴾

(البقرۃ:213)

کہ جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے دنیا کی زندگی خوبصورت کر کے دکھائی گئی ہے۔ اور یہ ان لوگوں سے تمسخر کرتے ہیں جو ایمان لائے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا وہ قیامت کے دن ان سے بالا ہوں گے۔ اور اللہ جسے چاہے بغیر حساب کے رزق عطا کرتا ہے۔

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 126-127)

محمد ادریس شاہد۔فرانس

وسعت حوصلہ

ارشاد خداوندی ہے:

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۵﴾

(آل عمران: 134- 135)

اور اپنے ربّ کی مغفرت اور اُس جنت کی طرف دوڑو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین پر محیط ہے۔ وہ متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ (یعنی) وہ لوگ جو آسائش میں بھی خرچ کرتے ہیں اور تنگی میں بھی اور غصہ دبا جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں۔ اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

خدا تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا وہ چاہتا ہے کہ انسان اپنے آپ کو خداوند کی صفات میں رنگین کرے اور اسے وہ تمام طاقت اور اہلیت دے دی جس کے ساتھ وہ اپنے خدا کی صفات کا کچھ حصہ اپنے اندر پیدا کرسکتا ہے اور کسی حد تک انسان ان صفات عالیہ کے رنگ ظاہر بھی کرتا ہے مثلاً ہمارا خدا رب العالمین ہے تو انسان بھی ایک محدود دائرے میں اپنے گھر کا رب البیت کہلاتا ہے اور بعض اوقات اس دائرہ کو وسیع کر کے اپنے شہر میں اپنے ملک کا نگران (رب) بن جاتا ہے۔ اسی طرح رحم اور غضب کی صفات کا بھی وقتاً فوقتاً اظہار ہوتا ہے۔ لیکن بسا اوقات ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ ہمارا رب بہت وسیع حوصلہ رکھتا ہے۔ زمین آسمان کی تمام مخلوق کا خالق اور مالک ہے۔ ہر ایک کو اس کی ضروریات کے مطابق رزق دیتا ہے۔ اس کی روحانی اور جسمانی ترقیات کے سب سامان پیدا کیے ہیں لیکن اس کے باوجود بہت سے لوگ اپنے رب کے وجود سے ہی منکر ہیں صرف منکر ہی نہیں بعض بد بخت تو اسے گالیاں بھی دیتے ہیں اور اس کے بھیجے ہوئے انبیاء و رسل کی نہ صرف تضحیک کرتے بلکہ ان کو مارنے کے لیے دوڑتے ہیں۔ حالانکہ ان انبیاء کو اس نے انہی کی روحانی ترقی کے لیے مبعوث کیا تھا۔ خدا تو ان لوگوں کی گالیاں سنتا اور خاموش رہتا ہے بلکہ صرف خاموش نہیں رہتا اپنی رحمت سے ان کو برابر نوازتا رہتا ہے اور رزق کے بھی سارے سامان عطا فرماتا ہے۔ ہم نے اس اعلیٰ صفات کے خدا کو قبول کیا ہے تو اس کا ہم سے یہی تقاضا ہے کہ ہم بھی اپنے حوصلے بلند کریں اور ’’محبت سب کے لیے نفرت کسی سے نہیں‘‘ کا ٹارگٹ اپنا لائحہ عمل بنائیں۔ اس غرض کے حصول کے لیے ہمیں یہ نصیحت کی گئی تھی کہ

گالیاں سن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

یہی وہ صفات ہیں جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک کلام میں یوں فرمایا ہے۔

فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ

(آل عمران: 147)

پھر وہ ہرگز کمزور نہیں پڑے اس مصیبت کی وجہ سے جو اللہ کے رستے میں انہیں پہنچی اور انہوں نے ضُعف نہیں دکھایا اور وہ (دشمن کے سامنے) جھکے نہیں۔ اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

لیکن یاد رہے کہ ہمت اور یہ حوصلہ اچانک پیدا نہیں ہوتا اس کے لیے خدا نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو اور خاص طور پر ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو نمونہ بنا کر کھڑا کیا اور پھر ان کی صحبت میں آ کر ان کے صحابہ کرام رضوان اللہ نے بھی صبر و استقامت کے وہ نمونے دکھائے جس کے آگے پہاڑ بھی پست نظر آتے ہیں۔ اب ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنی اولاد کو بچپن سے ہی ایسے حوصلہ مند بنائیں کہ بڑی سے بڑی آفت اور مصیبت بھی ان کے پائے ثبات میں لغزش نہ پیدا کر سکے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

’’تیسری چیز وسعت حوصلہ ہے بچپن ہی سے اپنی اولاد کو یہ سکھانا چاہیے کہ اگر تمہیں کسی نے تھوڑی سی کوئی بات کہی ہے یا تمہارا نقصان ہو گیا ہے تو گھبرانے کی ضرورت نہیں اپنا حوصلہ بلند رکھو اور حوصلے کی یہ تعلیم بھی صرف زبان سے نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر اپنے عمل سے دی جاتی ہے۔‘‘

(26 فروری 2020ء)

یہ وہی عملی نمونہ ہے جو سب سے بڑھ کر انبیاء دکھاتے ہیں اور پھر سب انبیاء سے بڑھ کر ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

میں ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا اور آپ نے نجران کی بنی ہوئی چادر اوڑھی ہوئی تھی جس کے کنارے بہت موٹے تھے۔ اتنے میں ایک اعرابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا اور آپ کو بڑی سختی سے کھینچنے لگا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ سختی سے کھینچنے کی وجہ سے چادر کی رگڑ کے ساتھ آپ کی گردن پر خراشیں پڑ گئیں پھر وہ کہنے لگا کہ آپ کے پاس جو مال ہے اس میں سے کچھ مجھے بھی دلوائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا اور مسکرائے اور فرمایا کہ اسے بھی کچھ دے دو۔

(صحیح بخاری کتاب الجہاد باب کان النبی یعطی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو اس زمانے کے امام ہیں انہوں نے اپنی آمد کا مقصد یوں بیان فرمایا:

’’خدا نے مجھے دنیا میں اس لئے بھیجا کہ تا میں حلم اور خلق اور نرمی سے گم گشتہ لوگوں کو خدا اور اُس کی پاک ہدایتوں کی طرف کھینچوں اور وہ نور جو مجھے دیا گیا ہے اس کی روشنی سے لوگوں کو راہِ راست پر چلاؤں۔‘‘

(روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 143)

حضرت عبد اللہ بن سلامؓ ایک یہودی عالم تھے جن کو قبول اسلام کی سعادت عطا ہوئی۔ آپ بیان فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جب زید بن سعنہ کو ہدایت دینے کا ارادہ فرمایا تو زید نے کہا۔ میں نے نبوت کی تمام علامات رسول کریمؐ کے چہرے میں پہچان لی ہیں سوائے دو علامتوں کے جو ابھی تک خود آزما کر نہیں دیکھیں۔ ایک یہ کہ اس نبی کا حلم ہر جاہل کی جہالت پر غالب آئے گا دوسرے جہالت کی شدت اسے حلم میں اور بڑھائے گی۔ زید آپؐ کے حلم کے امتحان کی خاطر اکثر جا کر آپؐ کی مجالس میں بیٹھتا۔ ایک روز رسول اللہؐ، علی بن ابی طالبؓ کے ساتھ باہر نکلے۔ ایک بدّو نے آ کر بتایا کہ فلاں بستی کے لوگ مسلمان ہو گئے ہیں اور میں نے انہیں کہا کہ مسلمان ہونے کی صورت میں اللہ تعالیٰ تمہیں وافر رزق دے گا۔ مگر ان پر تو قحط کی مصیبت ٹوٹ پڑی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ ترک اسلام نہ کر دیں۔ اگر آپؐ پسند فرمائیں تو کوئی چیز ان کی امداد کے واسطے بھجوائیں۔ اس یہودی زید نے موقع غنیمت جانتے ہوئے کہا میں اتنے من غلہ بطور قرض خرید کر دیتا ہوں اور پھر اسّی دینار کا غلہ خرید کر دے دیا۔ آپؐ نے اس شخص سے فرمایا کہ جلدی جا کر ان لوگوں کی حاجت پوری کرو۔ قرض کی میعاد پوری ہونے سے دو تین دن قبل کا واقعہ ہے کہ رسول اللہؐ اپنے اصحاب کے ساتھ ایک جنازہ کے لئے نکلے۔ یہودی قرض خواہ زید نے آپؐ کی چادر زور سے کھینچی یہاں تک کہ وہ آپؐ کے کندھے سے گر گئی۔ زید نے غصے والا منہ بنا کر سختی سے پوچھا کہ اے محمدؐ! تم میرا قرض ادا کرو گے بھی یا نہیں؟ خدا کی قسم! مجھے پتہ ہے کہ تم بنی مطلّب کی اولاد بہت ٹال مٹول سے کام لیتے ہو۔ اس پر حضرت عمرؓ بن خطاب غصہ سے کانپ اُٹھے اور اس یہودی کی طرف غصے بھری نظروں سے دیکھ کر کہا اے اللہ کے دشمن کیا تو میرے سامنے خدا کے رسول کی اس طرح گستاخی کرنے کی جرأت کرتا ہے۔ اگر مجھے رسول اللہؐ کا لحاظ نہ ہوتا تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا۔

رسول اللہؐ نے نہایت وقار اور سکون سے یہ سب کچھ برداشت کیا اور پھر حضرت عمرؓ سے مسکراتے ہوئے مخاطب ہوئے کہ اے عمرؓ! ہم دونوں کو آپ سے اس کے علاوہ کسی چیز کی ضرورت تھی۔ آپ کو چاہئے تھا کہ مجھے قرض عمدگی سے ادا کرنے کی تلقین کرتے اور اسے قرض مانگنے کا سلیقہ سکھاتے۔ اب آپ ہی جا کر اس کا قرض ادا کر دو اور کچھ کھجور زائد دے دینا۔ اس یہودی زید کا بیان ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے میرا قرضہ بے باک کر کے زائد کھجور بطور انعام دی۔ تو میں نے پوچھا کیا ہے؟ انہوں نے کہا جو سخت کلامی میں نے تم سے کی تھی اس کے عوض یہ کھجور زائد ہے۔ تب اس یہودی نے اپنا تعارف کروایا اور کہا کہ وہ زید بن سعنہ یہود کے ایک عالم ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اس سے رسول اللہؐ سے بدسلوکی کی وجہ پوچھی؟ تو اس نے صاف صاف بتایا کہ دراصل میں نے رسول اللہؐ کی نبوت کی تمام علامات پہچان لی تھیں ایک حلم کا امتحان باقی تھا، سو اب وہ بھی آزمالیا ہے۔ پس اے عمرؓ! اب میں اسلام قبول کرتا ہوں۔ میرا نصف مال خدا کی خاطر وقف ہے۔ اور میرا مال بہت زیادہ ہے جو میں امت محمدیہ کے لیے صدقہ کرتا ہوں۔ پھر حضرت عمرؓ اسے لے کر رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ زید نے کلمہ توحید و رسالت پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔ پھر اس کا سارا خاندان بھی مسلمان ہو گیا۔ زیدؓ بن سعنہ ایمان لانے کے بعد کئی غزوات میں رسول اللہؐ کے ساتھ شریک ہوئے۔

(مستدرک حاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ ذکر اسلام زید بن سعنہ جلد 3)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ رسول بی بی صاحبہ بیوہ حافظ حامد علی صاحب نے بواسطہ مولوی عبد الرحمٰن صاحب جٹ مولوی فاضل مجھ سے بیان کیا کہ بعض دفعہ مرزا نظام الدین کی طرف سے کوئی رذیل آدمی اس بات پر مقرر کر دیا جاتا تھا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دے۔ (اُن کے چچا زاد تھے جو اسلام سے بھی برگشتہ تھے۔ وہ کسی کو مقرر کر دیا کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دو۔) چنانچہ بعض دفعہ ایسا ہوا کہ ساری ساری رات وہ شخص گالیاں نکالتا رہتا تھا۔ (جس کو مقرر کیا گیا ہے، وہ آپ کے گھر کے سامنے کھڑا ہے، ساری رات اونچی اونچی گالیاں نکالتا چلا جا رہا ہے)۔ اور جب سحری کا وقت ہوتا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دادی صاحبہ کو کہتے کہ اب اس کو کھانے کو کچھ دو کہ یہ ساری رات گالیاں نکال نکال کے تھک گیا ہوگا۔ اس کا گلا خشک ہو گیا ہوگا۔ وہ کہتی ہیں کہ میں حضرت صاحب کو کہتی کہ ایسے کمبخت کو کچھ نہیں دینا چاہئے تو آپ فرماتے ہم اگر کوئی بدی کریں گے تو خدا دیکھتا ہے اور ہماری طرف سے کوئی بات نہیں ہونی چاہئے۔

(سیرت المہدی جلد دوم حصہ چہارم روایت نمبر 1130 صفحہ نمبر 102 جدید ایڈیشن)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

بقیہ صفحہ 6 پر

بلال حسن

نرم اور پاک زبان کا استعمال

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ

(آل عمران:160)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپ ان پر نرم دل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آنحضور ﷺ کا یہ خلق بتایا کے آپ ﷺ نرم دل اور نرم زبان تھے۔ کبھی زبان سے کسی کو تکلیف نہیں دی اور نہ ہی کبھی کسی پر طعنہ زنی کی۔ آپ ﷺ کی زبان مبارک اور لہجہ نہایت شیریں اور فصاحت و بلاغت سے بھرپور ہوتا تھا اور اسی کی رسول ﷺ نے اپنی امت کو تعلیم دی ہے فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ اس قدر پیاری تعلیم در اصل اللہ تعالیٰ کی اس رحمت کا نتیجہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر نرم زبان کی صورت میں بھیجی۔

ہمارے زمانے میں سمجھا جاتا ہے کے صرف گالم گلوچ ہی سخت زبان ہے اس لئے گالم گلوچ نہیں کرنی چاہیے۔ حالانکہ نرم اور پاک زبان کے استعمال میں یہ بھی مدنظر رکھنا چاہیے کے طعنہ زنی سے بچا جائے، غیبت اور چغل خوری سے بچا جائے۔ سخت الفاظ نہ استعمال کئے جائیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دعویٰ کے بعد سے مخالفین کی طرف سے سخت بے زبانی کا سامنا رہا لیکن آپ علیہ السلام نے ہمیشہ نرمی سے اپنی بات سمجھائی۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

گالیاں دیتے ہیں اس کی تو مجھے پرواہ نہیں ہے۔ بہت سے خطوط گالیوں کے آتے ہیں جن کا مجھے محصول بھی دینا پڑتا ہے اور کھولتا ہوں تو گالیاں ہوتی ہیں۔ اشتہاروں میں گالیاں دی جاتی ہیں اور اب تو کھلے لفافوں پر گالیاں لکھ کر بھیج دیتے ہیں مگر ان باتوں سے کیا ہوتا ہے اور کیا خدا کا نور کہیں بجھ سکتا ہے؟ ہمیشہ نبیوں، راستبازوں کے ساتھ ناشکروں نے یہی سلوک کیا۔ میں بنی نوع انسان کا حقیقی خیرخواہ ہوں۔ جو مجھے دشمن سمجھتا ہے وہ خود اپنی جان کا دشمن ہے۔‘‘

اسی طرح خلافت احمدیہ کے خلاف مخالفین جس ڈھب سے اپنی زبانیں دراز کرتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ:

’’نرمی کی عادت ڈالو تا کہ خدا تعالیٰ بھی تمہارے سے نرمی سے پیش آئے۔ ورنہ اگر تم خدا تعالیٰ کی مخلوق پر درشتی کرتے ہو تو تم بھی اپنے آپ کو اس بات کا حق دار بناتے ہو کہ خدا تعالیٰ تم پر درشتی کرے۔‘‘

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو نرمی اور پاک زبان استعمال کرنے کی تلقین فرمائی ایک شعر میں یہ تعلیم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

گالیاں سن کے دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

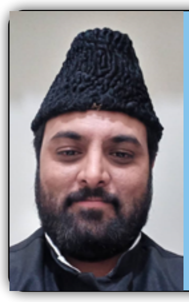

رپورٹ: شاہد خان۔ مبلغ سلسلہ کونگو کنشاسا

جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ Kenge کونگو کنشاسا

اللہ کے فضل و کرم سے امسال جماعت احمدیہ Kenge کو اپنا پہلا جلسہ سالانہ منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

اس جماعت میں خدا کے فضل سے اسی موقع پر مسجد بیت الفتوح کا افتتاح بھی ہوا۔ جلسہ کا سارا انتظام مسجد سے ملحقہ کشادہ پلاٹ میں کیا گیا۔ اس پلاٹ کی زمین ناہموار اور ریتلی تھی۔ خدام نے دو ہفتہ کا وقار عمل کر کے اس جگہ کو ہموار اور پکا کیا۔

ریجنل مبلغ سلسلہ مکرم عطاء القیوم صاحب اپنی ٹیم کے ہمراہ Kikwit سے Kenge آئے اور جلسہ کے انتظامات کو حتمی شکل دی۔ اس سلسلہ میں تمام ناظمین اور کارکنان کے ساتھ تفصیلی میٹنگ ہوئی۔

مؤرخہ 18 جون کو مکرم و محترم خالد محمود شاہد صاحب امیر جماعت و مبلغ انچارج کونگو کنشاسا مکرم انس محمد موسو صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ کے ہمراہ Kenge پہنچے۔

جلسہ سالانہ کا انعقاد مؤرخہ 19 جون 2022ء کو ہوا۔ دن کا آغاز

نماز تہجد سے ہوا۔ صبح پانچ بجے مکرم امیر صاحب کی اقتداء میں نماز فجر ادا کی گئی۔ اس کے بعد لوکل معلمین کی طرف سے درس القرآن، درس حدیث اور درس ملفوظات پیش کیا گیا۔ بعد ازاں احباب کی تواضع ناشتہ سے کی گئی۔

پروگرام جلسہ

جلسہ کا باقاعدہ آغاز تقریب لوائے احمدیت سے ہوا جو مکرم امیر صاحب نے لہرایا۔ جس کے بعد دعا ہوئی۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم Alfan Mabuma صاحب لوکل معلم نے کی۔ اس کے بعد مکرم عطاء القیوم صاحب ریجنل مبلغ نے منظوم کلام پیش کیا۔ پہلی تقریر مکرم Haroon Kongolo صاحب لوکل معلم نے کی جس کا عنوان تھا جلسہ سالانہ کی اہمیت و برکات۔ بعد ازاں مکرم امیر صاحب نے جماعت احمدیہ کی تربیت کے تقاضے کے عنوان پر ایک پر اثر خطاب فرمایا۔ خطاب کے اختتام پر مجلس سوال و جواب کا انعقاد بھی ہوا۔ اس مجلس کے بعد پہلے سیشن کا اختتام ہوا جس کے بعد نماز ظہر و عصر جمع کر کے ادا کی گئیں۔

دوسرا سیشن

دوسرے سیشن کا آغاز دو بجے دوپہر ہوا۔ اس سیشن کی سب سے خاص بات یہ تھی کہ مکرم امیر صاحب نے نئی تعمیر شدہ مسجد بیت الفتوح کا باقاعدہ افتتاح کیا۔ بعد ازاں جلسہ کی کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم عطاء القیوم صاحب ریجنل مبلغ نے کی۔ اس کے بعد مکرم

Haroon Kongolo صاحب لوکل معلم نے عربی قصیدہ پیش کیا۔ اس سیشن کی پہلی تقریر مکرم عیسیٰ Museju صاحب لوکل معلم نے مسجد کی اہمیت کے موضوع پر کی۔ پھر مکرم امیر صاحب نے تقریر کی جس میں آپ نے امام مہدی کے ظہور اور تعمیر مساجد کے حوالہ سے گفتگو کی۔ اختتامی خطاب کے بعد مکرم و محترم امیر صاحب نے مہمانان گرامی کا شکریہ ادا کیا اور دعا کروائی۔ دعا کے بعد حاضرین جلسہ کی لذیذ طعام سے تواضع کی گئی۔

حاضری

جلسہ کی حاضری 869 تھی۔ جن میں 528 احمدی احباب تھے اور 325 غیر از جماعت احباب۔ 25 حکومتی عہدیداران نے بھی جلسہ کی کارروائی سے حظ اٹھایا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے Kenge جماعت کے علاوہ گرد و نواح کی 22 دیگر جماعتوں کے احمدی و غیر احمدی احباب نے جلسہ سالانہ میں شرکت کی توفیق پائی۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔

میڈیا کوریج

جلسہ کی کوریج دو مقامی ریڈیو RTNK اور RKL اور ایک ٹی وی RTNC نے کی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ منتظمین اور شاملین کے لیے اس جلسہ کو بابرکت بنائے اور جماعت احمدیہ کے لیے موجب ترقیات بنائے۔ آمین۔

ابن زاہد شیخ

مکرم خوشی محمد شاکر مرحوم مبلغ سلسلہ کا ذکرِ خیر

خوشی محمد شاکر صاحب مربی سلسلہ ابن غلام محمد صاحب 5 اگست 1952ء کو 169 رب گھسیٹ پورہ ضلع فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ان کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے 1977ء تا 2022ء کل 45 سال خدمتِ سلسلہ کی توفیق ملی۔آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔آپ کو جامعہ احمدیہ سے شاہد کرنے کے علاوہ فاضل عربی، ایم اے اسلامیات اور افریقہ میں فرنچ زبان میں ڈپلومہ کرنے کی توفیق ملی۔

وقف

آپ کے والد صاحب نے نوعمری میں ہی آپ کو خدمتِ دین کے لئے وقف کرنے کا عہد کرلیا تھا۔دورِ طالب علمی سے ہی آپ بہت محنتی، ذمہ دار اور دعا گو تھے۔1974ء کے فسادات میں بطور خادم بھیرہ ضلع سرگودھا کے کشیدہ حالات میں حکمت کے ساتھ حالات معلوم کرنے کی ڈیوٹی پر جانیوالے خدام کے ساتھ یہ کام بہت احسن رنگ میں سرانجام دیا۔

خاکسار کا خوشی محمد شاکر صاحب کے ساتھ تعارف اس وقت ہوا جب 2012ء میں جامعہ احمدیہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد خاکسار کا تقرر نظارت اصلاح و ارشاد مقامی کے تحت میدان عمل میں ہوا۔اس وقت خوشی محمد شاکر صاحب افریقہ خدمت کے بعد نظارت اصلاح و ارشاد مقامی میں خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔اس سے قبل خوشی صاحب کا غائبانہ تعارف تھا۔اس طرح کہ دوران تعلیم جامعہ ہمارے محترم اساتذہ کرام، جامعہ احمدیہ سے پاس ہونے والے مربیان جن کو میدان عمل میں بفضلہ تعالیٰ غیرمعمولی خدمت کی توفیق ملی، ان کا ذکر ہمارے سامنے بطور مثال کے کیا کرتے تھے۔خاص طور پر جب یہ بات ہوتی کہ میدان عمل میں کامیابی کا اصل گر تعلق باللہ اور خلافت کے ساتھ اخلاص و وفا ہے تو اس موقع پر خوشی صاحب کا ذکر ضرور ہوتا۔

خوشی صاحب بہت سی خوبیوں کے مالک ایک مثالی مربی سلسلہ تھے۔

آپ کی نمایاں صفات میں تعلق باللہ، اطاعت خلافت، دعا گو ہونا، صاحب رؤیا، نظام سلسلہ کے ساتھ اخلاص و وفا کا تعلق، بنی نوع انسان کی ہمدری، ہر چھوٹے بڑے سے عزت و شفقت کرنا، احباب جماعت کی مشکلات کو اپنی مشکلات سمجھتے ہوئے اس کو دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنا، مالی قربانی میں پیش پیش رہنا اور سب کے حقوق کو احسن رنگ میں ادا کرنا شامل ہیں۔

تعلق باللہ

جس وقت خاکسار میدان عمل میں تھا تو آپ جماعتی دورہ پر تشریف لاتے اور اپنے میدان عمل کے ایمان افروز واقعات بیان کرتے۔ان واقعات سے ہمیشہ آپ کے تعلق باللہ کا اندازہ ہوتا تھا۔ایک واقعہ اس طرح ہے کہ جب آپ سیرالیون میں جنگ کی وجہ سے ہمسایہ ملک گنی کناکری ہجرت کر رہے تھے تو راستہ میں رکنا پڑا۔یہ منگل کا دن تھا۔سب کی یہ خواہش تھی کہ جلد باڈر پار کرلیں مگر تاخیر ہو رہی تھی۔اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو رؤیا دکھایا کہ آپ گھسیٹ پورہ میں ہیں اور نماز جمعہ پڑھا رہے ہیں۔یہ خواب انہوں نے محترم امیر صاحب کو سنائی اور خود تعبیر بھی کی۔چنانچہ قافلے کو جمعے کے بعد محفوظ وقت میں ہی آگے جانے کا موقع ملا۔

کوئی بھی آپ سے مشورہ کرتا تو بہت اچھے طریق پر اپنے تجربے کی روشنی میں تجاویز دیتے اور ہمیشہ حدیث المستشار مؤتمن یعنی جس سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ امین ہوتا ہے کا حق ادا کیا کرتے۔

خاکسار کا خوشی صاحب سے رابطے

خاکسار کو خوشی صاحب کے ساتھ دفتر نظارت اصلاح و ارشاد مقامی میں بھی خدمت کی توفیق ملی اور صاحب بالجنب یعنی ہم جلیس کے طور پر آپ کی ہمسائیگی میں بیٹھنے کا موقع ملا۔روزانہ اپنا کام تلاوت اور دعا کے ساتھ شروع کرتے۔آپ دفتر کے سینیئر مربیان میں تھے۔اس لئے ہر کوئی آپ کو دعا کی درخواست کرتا۔آپ ہمیشہ یہی جواب دیتے کہ میں آپ کے لئے ضرور دعا کروں گا۔آپ حضور انور کو بھی خط لکھیں اور خود بھی دعا کریں۔بعد میں اس مسئلہ کے متعلق پوچھتے کہ حل ہوا کہ نہیں اور پھر مزید دعا بھی کرتے۔خاکسار کو اکثر کہا کرتے تھے کہ ایک بات جس سے میں نے بہت فائدہ اٹھایا ہے وہ یہ ہے کہ جب بھی کوئی پریشانی ہو تو خوب استغفار کرو۔اللہ تعالیٰ کا فضل بہت جلد آن پہنچتا ہے۔

آپ کو مکرم چوہدری حمید اللہ مرحوم وکیل اعلیٰ تحریک جدید نے بیرون ملک خدمت کے دوران پیش آنے والے واقعات لکھنے کی ہدایت فرمائی۔آپ نے جب یہ کام شروع کیا تو اس وقت خاکسار کا تقرر دفتر اصلاح و ارشاد مقامی میں ہوا تھا۔خاکسار کو بھی آپ ایمان افروز واقعات سناتے تھے۔خاکسار کو دفتری اوقات کے بعد ان واقعات کو کمپیوٹرائزڈ کرنے کی توفیق ملی۔یہ واقعات ایک ضخیم کتاب کی صورت اختیار کر گئے ہیں۔ان میں بہت سے واقعات مبلغین سلسلہ کے لئے میدان عمل میں خدمت کرنے کے حوالے سے نمونہ اور گائیڈ ہیں۔

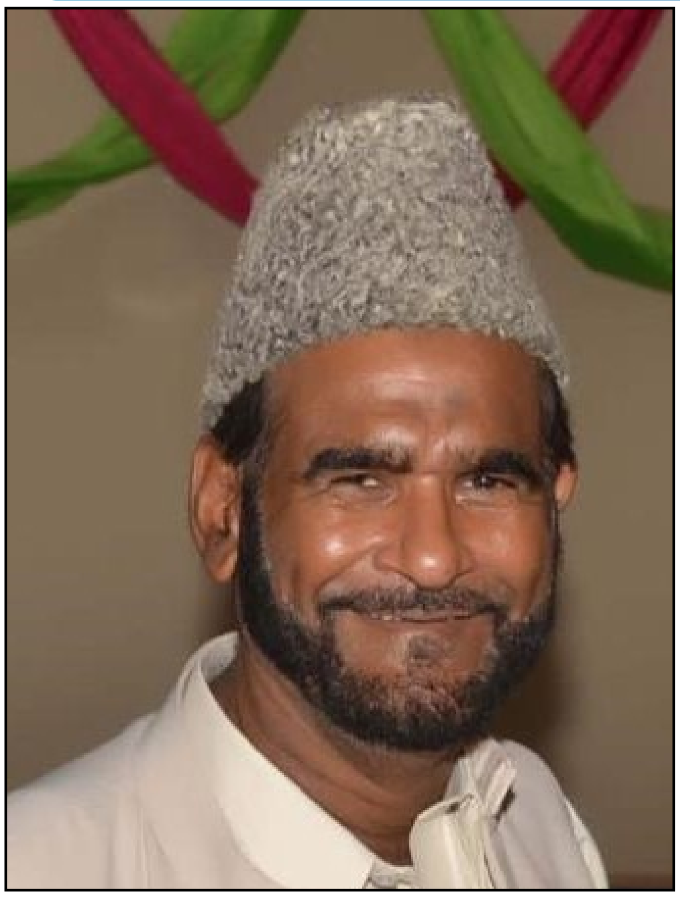

خلافت سے محبت وعقیدت

آپ کا خلافت کے ساتھ بہت محبت اور عقیدت کا تعلق تھا۔آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دور خلافت میں 1977ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دور خلافت میں1991ء میں بیرون ملک سیرالیون تقرری ہوئی۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے آپ کے بیرون ملک خدمت کے دوران تبلیغی واقعات کو جلسہ سالانہ برطانیہ و جرمنی میں بیان فرمایا ہے اور آپ کو خطوط میں بیرون ملک احسن رنگ میں خدمت کرنے پر حوصلہ افزائی فرمائی۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بابرکت خلافت کے زیر سایہ افریقہ اور دفاتر صدر انجمن احمدیہ میں خدمت کی توفیق ملی۔اس تمام عرصہ خدمت میں آپ کا خلافت احمدیہ سے براہ راست اور گہرا تعلق رہا۔ہمیشہ خلافت احمدیہ کی راہنمائی میں مکمل اطاعت اور عاجزی کے ساتھ خدمت کرتے رہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو کثرت سے دعائیہ خطوط لکھتے اور ایک دن خاکسار کو بھی دعائیہ خط لکھنے کے حوالہ سے راہنمائی کی کہ خط کے درمیان میں بکس بنا کر اس میں جامع الفاظ کے ساتھ اپنا مضمون بیان کرنا چاہیے۔

فراخ دلی سے مالی قربانی

آپ بڑے فراخ دل کے مالک تھے۔ہر کام میں پیش پیش رہتے اور ہر ایک کی مدد کے لئے ہر دم تیار رہتے۔آپ کے پاس گاڑی تھی۔جب بھی کوئی جماعتی کام دورہ وغیرہ ہوتا اور دفتری گاڑی مصروف ہوتی تو آپ فوراً اپنی خدمات پیش کر دیتے۔اسی طرح کسی کو ذاتی طور پر کام ہوتا تو اس کو بھی گاڑی پیش کر دیتے۔دفتر آتے ہوئے بھی یہی طریق رہا کہ دوست احباب و کارکنان کو ساتھ لاتے اور واپس بھی ساتھ لے کر جاتے۔

ایک کارکن صاحب نے خاکسار کو بتایا کہ ایک دن جب وہ ڈیوٹی پر آئے تو خوشی صاحب سے ملاقات ہوئی۔خوشی صاحب کو پتہ نہیں کیسے علم ہوگیا کہ وہ کارکن پریشان ہیں۔خوشی صاحب نے فوراً پوچھا کہ کیا بات ہے؟ اس پر وہ کارکن بات چھپانے لگے لیکن خوشی صاحب نے بڑے بزرگ کی طرح اصرار کر کے بات پوچھی۔اس پر انہوں نے بتایا کہ خاندان میں

اکٹھی دو شادیاں آگئی ہیں تو کچھ مشکل تھی۔ اس پر خوشی صاحب نے جیب سے متعلقہ ضرورت کی رقم نکال کر دی اور کہا کہ بعد میں مجھ سے اور بھی لے لینا۔ اسی طرح بہت سے احباب کسی نہ کسی ضرورت کے تحت آپ کے پاس آتے اور آپ انہیں کبھی خالی نہ لوٹنے دیتے۔

سوشل شخصیت

خلفاء احمدیت کی ہدایت کے مطابق کہ ایک مربی سلسلہ کے وسیع روابط ہونے چاہئیں۔ آپ کا حلقہ احباب اور سوشل سرکل بہت وسیع تھا۔ پاکستان میں جن سنٹرز میں خدمت کی توفیق ملی وہاں کے احباب جماعت جب دفتر تشریف لاتے اور ان سے ملاقات ہوتی تو ایسا لگتا کہ جیسے ایک فیملی کے افراد ایک دوسرے کو مل رہے ہیں۔خوشی صاحب بھی ان احباب سے علاقہ کے دیگر احباب کا نام لے کر خیریت معلوم کرتے۔ جیسے آپ سب احباب کو ذاتی طور پر جانتے ہوں۔اسی طرح اپنے گاؤں کے افراد کے لئے بھی ایک بزرگ کی حیثیت رکھتے تھے۔بہت سے عائلی معاملات بھی باخوبی حل کیئے۔ دفتر میں بھی آپ اس صلاحیت و خوبی کے تحت بطور نگران مضافاتی کمیٹی خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔

اسیر راہ مولیٰ

آپ کو 31 جولائی 1986ء تا 13 اگست 1986ء کلمہ طیبہ کی حفاظت کے سلسلہ میں اسیر راہ مولیٰ رہنے کا اعزاز حاصل ہوا۔اس وقت آپ پیر محل ضلع ٹوبہ میں بطور مربی سلسلہ تعینات تھے۔خوشی صاحب بیان کرتے تھے کہ ان دنوں عبادات نمازوں کے علاوہ احباب جماعت کی طرف سے پیش کئے گئے کھانے کا جو مزہ آیا اس طرح اب محسوس نہیں ہوتا۔

بطور مشنری ٹیچر خدمت

1991ء میں آپ کا تقرر بطور مشنری ٹیچر سیرالیون ہوا۔ جب آپ سیرالیون پہنچے تو بغیر کسی توقف کے تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور آپ بیان کرتے تھے کہ آپ روزانہ اسمبلی میں بچوں کو قرآنی سورہ یاد کراتے جس پر تمام بچوں کو اسلامیات کا نصاب زبانی یاد ہوگیا۔آپ نے سکول کے بچوں کی حوصلہ افزائی اور مسابقت فی الخیرات کے لئے ذاتی طور پر متعدد بار انعامات دیئے اور اسی طرح خدام اور انصار کی حوصلہ افزائی کے لئے بھی کوشش کرتے رہتے۔آپ کو سیرالیون کے بچوں کے لئے سہل طریق پر انگریزی زبان میں کتاب دینی معلومات ترتیب دینے کا بھی موقع ملا۔جس کو بہت سراہا گیا۔

مضامین لکھنا

آپ بیان کرتے ہیں کہ آپ کو سیرالیون میں مضامین لکھنے کی توفیق ملی۔ آپ نے برکات رمضان اور روزہ کے مسائل کے متعلق انگریزی زبان میں مضامین لکھے۔ یہ مضامین سیرالیون کے اخبار میں شائع ہوئے۔ ان مضامین کی اشاعت کے بعد لوکل ریڈیو کی درخواست پر امیر صاحب کی اجازت سے تقاریر کی بھی توفیق ملی۔

شاعری

آپ کو شاعری کے ذریعہ بھی اپنے جذبات کے اظہار کی توفیق ملی۔ یہ نظمیں افریقہ میں خدمت، اسیرانِ راہ مولیٰ، شہدائے احمدیت اور دیگر مواقع کی ہیں جو کہ آپ کے دلی جذبات کی باخوبی عکاسی کرتی ہیں۔آپ کے بیٹے نے بتایا کہ وفات سے تقریباً ایک ماہ قبل جب آپ کی صحت ٹھیک تھی اور دفتر بھی جا رہے تھے۔ اپنے بیرون ملک سے آئے ہوئے بیٹے کو مخاطب کرکہ ایک پنجابی نظم لکھی اور ترنم نے پڑھی۔ یہ نظم آپ کی وفات کی خبر دے رہی تھی۔ ایک مصرعہ اس طرح ہے۔ غالب میرے جانڑتے تو گھبرائیں نہ۔یعنی غالب میرے دوسرے جہاں میں جانے پر مت گھبرانا حوصلے سے کام لینا۔

آخری سانس تک وقف پورا کرنے کی خواہش

جب خوشی صاحب کی طبیعت خراب تھی تو خاکسار نے ان کو آرام کرنے کا کہا تو کہنے لگے کہ میری خواہش ہے کہ آخری سانسوں تک وقف پورا کروں اور خدمت کی توفیق بھی ملتی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس خواہش کو پورا کیا اور آپ وفات سے چند دن قبل تک دفتر آتے رہے۔ پھر بیماری کے سبب ہسپتال داخل ہوئے۔

وفات

آپ مؤرخہ 8فروری 2022ء بروز منگل رات 11.30بجے بعمر 70 سال بقضائے الٰہیٰ طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ ربوہ میں وفات پا گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ آپ کی نماز جنازہ مکرم و محترم سید خالد شاہ صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے 11فروری 2022ء بروز جمعہ شام 5 بجے پڑھائی اور بہشتی مقبرہ دار الفضل میں تدفین پر دعا کروائی۔ نماز جنازہ میں بڑی کثرت سے ربوہ کے محلہ جات اور اردگرد کے دیہاتوں سے احباب جماعت نے شرکت کی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نماز جنازہ غائب پڑھائی اور آپ کا ذکر خیر ان الفاظ میں فرمایا کہ۔۔۔بہر حال ان کے بارے میں بہت سے لوگوں نے واقعات لکھے ہیں اور ہر ایک نے یہی لکھا ہے کہ ملنسار تھے، عاجز تھے، دعا گو تھے، خلافت سے پختہ تعلق تھا اور اللہ تعالیٰ پر کامل توکل کرنے والے انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔ ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

(الفضل انٹرنیشنل 18-24مارچ 2022ء)

پیارے دوست محترم سمیع اللہ سیال مرحوم کی رحلت پر ایک قطعہ

ہو گیا ہم سے جدا اک دین کا خادم سیال
زندگی اس نے گزاری راہ دیں میں باکمال
وہ خلافت کا تھا عاشق دین حق کا باوفا
قدرداں تھا دوستوں کا اور بہت تھا خوش خصال

خواجہ عبدالمومن۔ ناروے

الفضل، ایک دستر خوان ہے

نعمتیں چن دی گئیں ہیں اس کے ہر قرطاس پر
میوہ ہائے دین کا الفضل، دستر خوان ہے

منصورہ فضل من۔ قادیان

امیر جماعت تنزانیہ مکرم طاہر محمود صاحب Minister for Parliamentary Affairs and Policy Hon Gorge Simbachawene کو ان کے دفتر میں قرآن کریم کا تحفہ پیش کرتے ہوئے۔

رپورٹ:صباح الدین بٹ۔سوئٹزرلینڈ

جماعت احمدیہ سوئٹزرلینڈ کا چالیسواں جلسہ سالانہ

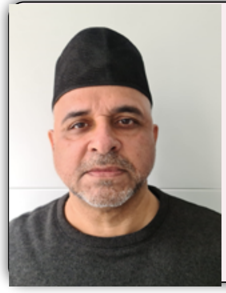

محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی روایات کے مطابق جماعت احمدیہ سوئٹزرلینڈ کا چالیسواں جلسہ سالانہ مورخہ 9 تا 11 ستمبر 2022ء نور مسجد و یگوٹینگن کے احاطہ میں منعقد ہوا۔جلسہ کی تیاری کے سلسلے میں مکرم ملک عارف محمود صاحب افسر جلسہ سالانہ اور مکرم زاہد اسماعیل بٹ صاحب افسر خدمتِ خلق کی قیادت میں خدام انصار اور لجنہ نے خدمتِ دین کے جوش و جذبہ اور اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہوئے بہت محنت سے متعدد وقارِعمل کئے۔اس تمام تیاری کی نگرانی افسر رابطہ مکرم ولید طارق صاحب تارتسر امیر جماعت احمدیہ سوئٹزرلینڈ نے کی۔جلسہ کے لئے نصب کی گئی عارضی مارکی میں مردوں کا انتظام کیا گیا جبکہ ملحقہ نور ہال میں لجنہ اماء اللہ کے لئے جلسہ کا اہتمام کیا گیا۔کووڈ 19 کی وبا کی وجہ سے گذشتہ سالوں میں جلسہ میں ایک محدود تعداد میں احباب کو شامل ہونے کی اجازت تھی۔اللہ کے فضل سے اس سال جلسہ میں سب کو شامل ہونے کی اجازت تھی جس کی وجہ سے اس سال شاملین جلسہ کی تعداد 809 تھی ۔شعبہ رجسٹریشن کی رپورٹ کے مطابق جلسہ میں 305 مرد اور 342 خواتین شامل ہوئے۔اسی طرح پاکستان،جرمنی،آسٹریا اور ماریشس سے ایک سو 100 احمدی مہمان بھی شامل ہوئے۔ نیز 8 سوس زیر تبلیغ افراد اور 54 ترک نسل کے یوکرینی غیر احمدی مسلمان شامل ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جلسہ سالانہ کے دوران ہفتہ اور اتوار کے روز نور مسجد میں باجماعت نمازِ تہجد ادا کی گئی جو مکرم حافظ طاہر ادریس صاحب آف نائیجیریا حال جینیوا نے پڑھائی۔نمازِ فجر اور اس کے بعد درسِ قرآن کریم مکرم محمد فائز احمد خان صاحب نے تفسیر کبیر سے دیا جس کا جرمن اور انگریزی ترجمہ بھی پیش کیا جاتا رہا۔

مؤرخہ 9 ستمبر 2022ء بروز جمعہ سہ پہر 16:25 پر پرچم کشائی ہوئی۔محترم منیر احمد منور صاحب مبلغ انچارج سوئٹزرلینڈ نے لوائے احمدیت لہرایا جب کہ محترم ولید طارق تارتسر صاحب نیشنل امیر جماعت ہائے احمدیہ سوئٹزرلینڈ نے ملک کا جھنڈا لہرایا اور دعا کروائی۔

ساڑھے چار بجے جلسہ کی باقاعدہ کارروائی کا آغاز ہوا۔افتتاحی اجلاس محترم مبلغ انچارج صاحب کی صدارت میں ہوا۔مکرم مسعود مجاہد صاحب نے تلاوت قرآن کریم و اردو ترجمہ پیش کیا۔جبکہ جرمن ترجمہ مکرم طارق ریاض گورائیہ صاحب نیشنل سیکرٹری تعلیم نے پیش کیا۔تلاوت قرآن کریم کے بعد مکرم شیراز شریف صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ منظوم کلام خوش الحانی سے پڑھا۔

منظوم کلام کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا جلسہ سالانہ سوئٹزرلینڈ کے لئے انگریزی زبان میں آیا خصوصی پیغام مکرم عبدالوہاب طیّب صاحب مربی سلسلہ نے پیش کیا۔جس کا اردو ترجمہ محترم مبلغ انچارج صاحب اور جرمن ترجمہ محترم امیر صاحب نے پیش کیا۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کے بعد محترم مبلغ انچارج صاحب نے افتتاحی خطاب کیا اور دعا کروائی۔

افتتاحی خطاب و دعا کے بعد مکرم محمد بشیر صاحب نیشنل سیکرٹری وصایا نے ”تعلق باللہ کے متعلق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم“ کے موضوع پر اردو میں تقریر کی۔(یاد رہے کہ یہ تقریر مکرم ڈاکٹر شمیم احمد قاضی صاحب نے کرنی تھی جو بیماری کی وجہ سے جلسہ پر تشریف نہ لا سکے تھے)

اس تقریر کے بعد مکرم ماہد مجاہد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ منظوم کلام خوش الحانی سے پڑھا۔اس منظوم کلام کے بعد مکرم اویس احمد طاہر صاحب نیشنل سیکرٹری تبلیغ نے ”تبلیغ دین ایک اہم فریضہ“ کے موضوع پر جرمن زبان میں تقریر کی۔تقریر کے بعد ضروری اعلانات ہوئے اور شام 18:15 جلسہ کے پہلے روز کی کاروائی اپنے اختتام کو پہنچی۔

جلسہ کے دوسرے روز دوسرے اجلاس کی کاروائی کا آغاز محترم عبدالوہاب طیّب صاحب مربی سلسلہ کی صدارت میں مکرم قاسم احمد خان صاحب، نیشنل سیکرٹری صنعت وتجارت کی تلاوت قرآن کریم وارد و ترجمہ سے ہوا۔جس کا جرمن ترجمہ مکرم حسان رضوان صاحب،نیشنل سیکرٹری اشاعت نے پیش کیا۔

تلاوت وتراجم کے بعد مکرم وجیہ اللہ صاحب نے حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منظوم کلام خوش الحانی سے پڑھا۔

منظوم کلام کے بعد مکرم بشارت احمد انیس صاحب نائب صدر مجلس انصار اللہ سوئٹزرلینڈ نے ”عبادالرحمٰن کی نشانیاں“ کے موضوع پر اردو زبان میں تقریر کی۔اس تقریر کے بعد مکرم زاہد اسماعیل بٹ صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ سوئٹزرلینڈ نے ”والدین سےحسن سلوک“ کے موضوع پر جرمن زبان میں تقریر کی۔جرمن تقریر کے بعد مکرم محمد فائز احمد خان صاحب نائب مبلغ انچارج نے ”خطبات امام اور ایم ٹی اے کی برکات“ کے موضوع پر اردو زبان میں تقریر کی۔اس اردو تقریر کے بعد مکرم باسل الرحمٰن صاحب نے محترم ہدایت اللہ صاحب ہبش صاحب مرحوم کا جرمن منظوم کلام خوش الحانی سے پڑھا۔منظوم کلام کے بعد مکرم عطاء الحق صاحب نے ”دنیا میں امن و سلامتی کے قیام کے لئے خلافت احمدیہ کی بین الاقوامی کوششیں“ کے موضوع پر جرمن زبان میں تقریر کی۔

جرمن تقریر کے بعد مکرم محمود الرحمٰن انور صاحب نیشنل سیکرٹری امور خارجہ نے ایک سوئس مہمان Mr:DOMINIK REIS کا تعارف کروایا،جو مسجد نور کے قریب واقع ایک شہر ROMANSHORN کی سٹی کونسل کے رکن اور ایک سیاسی پارٹی SVP کے ممبر ہیں معزز مہمان نے اس موقع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔اس کے بعد ایک دلچسپ مجلسِ سوال و جواب جرمن زبان میں ہوئی۔ جوابات کے لئے محترم امیر صاحب کے علاوہ مکرم عبدالوہاب طیّب صاحب اور مکرم محمد فائز احمد خان صاحب مربیان سلسلہ تشریف فرما تھے۔جرمن مجلس سوال و جواب کے بعد 13:08 پر دوسرے اجلاس کی کاروائی اپنے اختتام کو پہنچی۔

کھانے کے وقفہ اور نماز ظہر وعصر کے بعد سہ پہر 15:15 پر تیسرے اجلاس کی کاروائی کا آغاز جرمنی سے تشریف لائے مہمان مربی سلسلہ محترم سید حسن طاہر صاحب بخاری کی صدارت میں مکرم رفیع ادریس صاحب کی تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔جس کا اردو ترجمہ مکرم قدیر خالد صاحب،جبکہ جرمن ترجمہ مکرم ولید احمد صاحب صدر جماعت ٹُھر گاؤ نے پیش کیا۔اس کے بعد مکرم عمیر احمد صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا منظوم نعتیہ کلام خوش الحانی سے پڑھا منظوم کلام کے بعد مکرم نعیم اللہ صاحب نے ”تربیت اولاد“ کے موضوع پر اردو میں تقریر کی۔اردو تقریر کے بعد مکرم فہیم احمد خان صاحب مربی سلسلہ نے ”کیا اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے؟“ کے موضوع پر جرمن زبان میں تقریر کی۔اس کے بعد مکرم وسیم بشیر صاحب نے حضرت میر محمد اسماعیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منظوم نعتیہ کلام خوش الحانی سے پڑھا منظوم کلام کے بعد مکرم عبدالوہاب طیّب صاحب مربی سلسلہ نے ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امن کے سفیر“ کے موضوع پر اردو میں تقریر کی۔

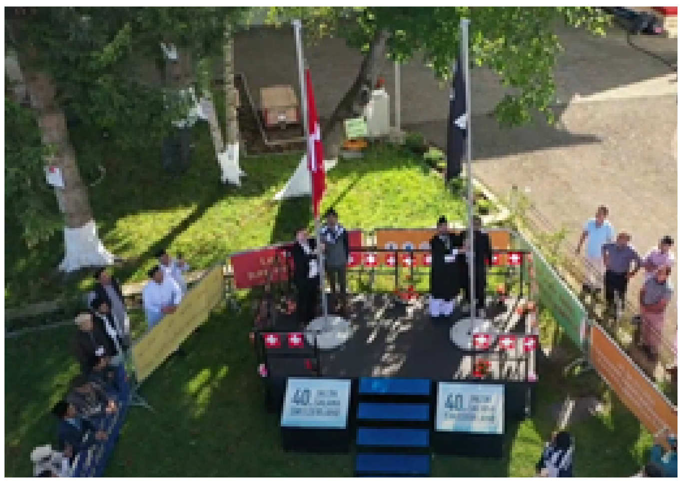

اس تقریر کے بعد اردو مجلس سوال و جواب ہوئی جس میں مکرم منیر احمد صاحب منور مربی انچارج سوئٹزرلینڈ، محترم سید حسن طاہر صاحب بخاری مربی سلسلہ جرمنی اور محترم عبدالوہاب طیب صاحب مربی سلسلہ نے سوالات کے جوابات دئے۔اس دلچسپ مجلس کے بعد ضروری اعلانات ہوئے اور 18:08 پر تیسرے اجلاس کی کاروائی اپنے اختتام کو پہنچی۔

جلسہ کے تیسرے اور آخری روز چوتھے اجلاس کی کاروائی کا آغاز صبح 10:30 پر محترم محمد فائز احمد خان صاحب نائب مبلغ انچارج کی صدارت میں مکرم مبارک ادریس صاحب آف جینیوا جماعت کی تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔جس کا اردو و جرمن ترجمہ مکرم سفیر بشیر صاحب نے پیش کیا۔تلاوت قرآن کریم اور تراجم کے بعد مکرم عظیم شاہ صاحب نے کلام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام خوش الحانی سے پڑھا۔منظوم کلام کے بعد مکرم سید حسن طاہر بخاری صاحب مربی سلسلہ جماعت جرمنی نے ”عائلی زندگی کے بارے میں اسلامی تعلیمات“ کے موضوع پر اردو زبان میں تقریر کی۔اس تقریر کے بعد ہمارے سوئس احمدی بھائی مکرم محمد احمد او پلیگر صاحب نے ”احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی طرف میرا سفر“ کے موضوع پر جرمن زبان میں تقریر کی۔جرمن تقریر کے بعد مکرم ملک عارف محمود صاحب نے خلافت کے موضوع پر ایک احمدی شاعر کا منظوم کلام خوش الحانی سے پڑھا منظوم کلام کے بعد محترم مبلغ انچارج صاحب نے ”نظام خلافت کی اہمیت“ کے موضوع پر اردو میں تقریر کی۔

اس اردو تقریر کے بعد محترم نیشنل امیر صاحب نے ”معاشرتی امن کے بارے میں اسلامی تعلیم“ کے موضوع پر جرمن زبان میں تقریر کی۔جس کا رواں اردو ترجمہ مکرم احسن سلطان محمود صاحب کاہلوں نے سٹیج پر کھڑے ہو کر ساتھ ساتھ ہی کیا۔محترم امیر صاحب کی تقریر کے بعد ضروری اعلانات ہوئے اور 13:05 پر چوتھے اجلاس کی کاروائی اپنے اختتام کو پہنچی۔

کھانے کے وقفہ اور نماز ظہر وعصر کی ادائیگی کے بعد جلسہ کے پانچویں اور آخری اجلاس کی کاروائی کا آغاز 15:15پر محترم نیشنل امیر صاحب کی صدارت میں مکرم حافظ طاہر ادریس صاحب کی تلاوت قرآن سے ہوا جس کا اردو و جرمن ترجمہ مکرم جری اللہ ملک صاحب نے پیش کیا۔تلاوت قرآن کریم اور تراجم کے بعد مکرم رانا سکندر فاروق صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ منظوم کلام خوش الحانی سے پڑھا۔منظوم کلام کے بعد محترم نیشنل امیر صاحب نے پڑھائی میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والے خدام اور اطفال میں انعامات تقسیم کئے۔اس دوران مکرم امیر صاحب نے ان میں ایک طالبِ علم عزیزم سفیر بشیر صاحب کے لئے احباب سے دعا کی درخواست کی، جو جامعہ احمدیہ جرمنی میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے روانہ ہو رہے تھے۔

تقسیم انعامات کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا جلسہ سالانہ سوئٹزرلینڈ کے موقع پر بھجوایا گیا انگریزی میں خصوصی پیغام اردو اور جرمن ترجمہ کے ساتھ دوسری دفعہ پیش کیا گیا۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کے بعد محترم نیشنل امیر صاحب کے اختتامی خطاب اور دعا سے جماعت احمدیہ سوئٹزرلینڈ کا چالیسواں جلسہ سالانہ کامیابی سے اپنے اختتام کو پہنچا۔

جلسہ سالانہ پر کل 809 افراد شامل ہوئے۔دو ہزار سے زائد افراد نے یوٹیوب اور ریڈیو پر دستیاب جلسہ سالانہ کی براہ راست کاروائی سے استفادہ کیا۔

اس جلسہ سالانہ کی ایک خاص بات یہ تھی کہ اس میں 54زیرِ تبلیغ یوکرائنی ترک مسلمان بھی شامل ہوئے۔جن کے ساتھ بروز ہفتہ مسجد نور کے مردانہ ہال میں ڈیڑھ گھنٹے کی تبلیغی نشست ہوئی۔جس میں مکرم منیر احمد صاحب منور مبلغ انچارج جماعتِ احمدیہ سوئٹزرلینڈ نے ترکی زبان میں حضرت امام مہدی اور مسیحِ موعود کی آمد کے بارے میں حاضرین کو بتایا اور جماعت احمدیہ کا تعارف کروایا۔اسی طرح مکرم سید حسن طاہر بخاری مربی سلسلہ جرمنی نے بھی حاضرین کو رشئین زبان میں احمدیت کا پیغام دیا اور ان کے سوالات کے جوابات دیئے۔مکرم ولید طارق صاحب تارتنسر نیشنل امیر جماعت احمدیہ سوئٹزرلینڈ نے حاضرین کو اپنے قبولِ احمدیت کی نہایت ایمان افروز داستان سنائی۔محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان زیرِ تبلیغ احباب میں سے 12 افراد بیعت کر کے حقیقی اسلام احمدیت میں داخل ہوئے جب کہ متعدد نے بیعت کی نیت سے فارمز حاصل کئے۔جلسہ کے بعد ان احباب کے گھروں کا دورہ کیا گیا جس کے دوران مزید سولہ افراد نے بیعت کی اور اس طرح بیعت کرنے والے یوکرائنی ترک مسلمان مہاجرین مرد وزن اور بچوں کی کل 28 ہوگئی۔اللہ تعالیٰ سب کو ثباتِ قدم عطا فرمائے اور ان کو ایمان وعرفان میں ترقی دے اور حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے درختِ وجود کی سرسبز شاخیں بنائے۔آمین

جلسہ کے موقع پر مختلف زبانوں میں قرآنِ کریم اور دیگر جماعتی لٹریچر اور جماعتی سرگرمیوں کی باتصویر نمائش کا بھی اہتمام کیا گیا۔جلسہ سالانہ کی لوکل پریس میں کوریج کے لئے مکرم فہیم احمد خان صاحب مربی سلسلہ نے میڈیا سے رابطہ کیا۔علاقے کے دو معروف اخبارات نے جلسہ کے بارے میں خبر دیتے ہوئے اپنے قارئین کو بہت مثبت انداز میں جماعت سے متعارف کروایا، جماعت کی دونوں مساجد کا ذکر کر کے جلسہ کی متعدد تصاویر بھی شائع کیں۔اسی طرح قارئین کو مزید معلومات کے لئے جماعت کی ویب سائٹ کا ایڈریس بھی شائع کیا۔ان اخبارات میں قریبی شہر FRAUENFELD کا اخبار FRAUENFELDERNACHRICHTEN ہے۔ جبکہ دوسرا اخبار شہر KREUZLINGEN کا اخبار KREUZLINGERNACHRICHTEN ہے۔ان دونوں اخبارات نے اپنی اپنی اون لائن سروس میں پندرہ ستمبر کے شماروں میں جلسہ کے بارے میں خبر دی۔

حضور انور ایدّہ اللہ تعالیٰ کے خصوصی پیغام کا اردو مفہوم برموقع جلسہ سالانہ سوئٹزرلینڈ 2022ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالنّاصر

پیارے احبابِ جماعت احمدیہ سویٹزرلینڈ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ آپ کو دو سالہ کووڈ (Covid) کی وبا کے بعد ایک بار پھر باقاعدہ طور پر اپنا چالیسواں جلسہ سالانہ مؤرخہ 9، 10، اور 11 ستمبر 2022ء کو منعقد کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ الحمدللہ۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اس جلسہ کو مبارک کرے اور اس کے تمام شاملین اس کی عظیم برکات سے حصہ لیں، ہمارے مذہب اسلام کے فہم میں ترقی کریں، اور روحانی فوائد سے مستفیض ہوں۔

اللہ کرے کہ آپ لوگ اپنے اندر نیک تبدیلی پیدا کرنے والے اور تقویٰ و طہارت میں ترقی کرنے والے ہوں۔آپ نے اسی بات پر خوش نہیں ہو جانا کہ آپ لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مان لیا، جن کی بعثت کی پیش خبری حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خود دی تھی۔ بلکہ آپ لوگوں نے اپنی تمام تر استعداد، قابلیت اور صلاحیت سے اپنی روحانی حالت کی مسلسل اصلاح کرنی ہے اور اپنے چال چلن اور اخلاق کے معیاروں کو اس حد تک بلند کرنا ہے جس کی توقع حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کے افراد سے کی ہے۔ نیز شرائط بیعت کو بھی پورا کرنے کی جدو جہد کرنی ہے۔

جلسہ کے دوران فرض نمازوں اور نوافل کے علاوہ ہر وقت ذکر الٰہی میں مصروف رہیں۔ ذکر الٰہی انسان کی توجہ فرض نمازوں کی طرف مبذول کرتی ہے۔ اور اگر انسان مسلسل عبادت میں لگا رہے تو یہ امر اسے ذکر الٰہی کی طرف لے جاتا ہے۔ پس روزانہ باقاعدگی سے پنجوقتہ نماز باجماعت ادا کر کے، آپ لوگ پہلے سے بڑھ کر خدا سے تعلق قائم کرنے والے بنیں گے۔ اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’سوا ے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنج وقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو‘‘

(کشتیٔ نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 15)

میں آپ کی توجہ خلافت احمدیہ کے الٰہی نظام کی بنیادی اہمیت کی طرف دلانا چاہتا ہوں، جس کی وجہ سے ہم پر بے شمار فضل ہیں۔ آپ لوگوں کو خلیفۃ المسیح کے ساتھ ایک مضبوط تعلق قائم کرنے کی اور ہر حال میں کامل وفا داری کا نمونہ دکھانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ آپ لوگ اپنی اولادوں کو بھی خلافت کی اہمیت کی طرف توجہ دلائیں اور اس بات کو یقینی بنائیں کہ آپ کی آئندہ آنے والی نسلیں ہمیشہ خلافت کی سرپستی کے مبارک سایہ اور تربیت میں رہیں۔ یاد رکھیں! کہ اسلام کے مستقبل اور امن عالم کے قیام کا تمام دار و مدار خلافت پر ہے۔ اس حوالہ سے میں ہر احمدی کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ باقاعدہ ایم ٹی اے دیکھے اور اس سے فائدہ اٹھائے۔ بالخصوص میرے خطبات اور دیگر موقعوں کے خطابات باقاعدگی سے سنیں۔ بیشک ایم ٹی اے ایک بہترین ذریعہ ہے جو آپ کو بلا واسطہ خلافت سے وابستہ رکھتا ہے۔

جلسہ کے خوش قسمت شاملین ہونے کے لحاظ سے آپ لوگ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی پر خلوص اور پر جوش دعاؤں کے خصوصی حقدار ہیں۔ آپؑ نے جلسہ میں سفر کر کے شرکت کرنے والوں کے حق میں یہ دعا فرمائی ہے:

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’بالآخر میں دعا پر ختم کرتا ہوں کہ ہر یک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں۔ خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجرِ عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہمّ وغم دور فرمادے۔ اور ان کو ہر یک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مرادات کی راہیں ان پر کھول دیوے اور روزِ آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدا اے ذُوالْمَجْدِ وَالْعَطَا اور رحیم اور مشکل کشا، یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر یک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین‘‘

(اشتہار 7 دسمبر 1892ء مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 342)

اللہ کرے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل سے نکلی ہوئی دعاؤں کے آپ وارث ٹھہریں۔ اللہ آپ کے جلسہ سالانہ کو عظیم کامیابی سے نوازے۔ اللہ کرے کہ آپ سب بہترین احمدی مسلمان بنیں۔ تا کہ آپ اسلام اور انسانیت کی خاطر ایک نئے جذبہ سے اور تازہ دم ہو کر خدمت بجا لا سکیں۔ اللہ آپ سب پر فضل فرمائے۔

مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

فتحِ عظیم

تائیدِ رب الوریٰ سے پھر ہوئے رسوا عدو
زمزمہ پیرا صداقت روح مہکانے لگی
زندگی کا چاند اترا قریۂ صیحون میں
روشنی سے دل دھلے اور چاندنی گانے لگی

جمیل الرحمن۔ لندن

DAILY ONLINE
ALFAZL
LONDON

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

دعا کا تحفہ

نماز شروع کرنے کی دعا نمبر 1

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ جب نماز شروع کرتے تو تکبیر تحریمہ (اَللّٰہُ اَکْبَرُ) کہنے کے بعد یہ پڑھتے:

وَجَّھتُ وَجْھِی لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ،اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْمَلِکُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ،اَنْتَ رَبِّیْ وَ اَنَا عَبْدُکَ۔ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَ اعْتَرَفْتُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ جَمِیْعًا اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ وَاھْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا یَھْدِیْ لِاَحْسَنِھَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّیْ سَیِّئَھَا لَا یَصْرِفُ عَنِّیْ سَیِّئَھَا اِلَّا اَنْتَ لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ کُلُّہٗ فِیْ یَدَیْکَ وَالشَّرُّ لَیْسَ اِلَیْکَ اَنَا بِکَ وَاِلَیْکَ تَبَارَکْتَ وَ تَعَالَیْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْکَ

(مسلم کتاب الصلوٰۃ)

ترجمہ: مَیں نے اپنی توجّہ اُس ذات کی خاطر موحّد ہو کر پھیری جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور مَیں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ بے شک میری نماز اور میری عبادتیں اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔ اِسی بات کا مجھے حکم ہے۔ اور مَیں مسلمانوں میں سے ہوں۔ اے اللہ! تو بادشاہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو میرا ربّ ہے اور مَیں تیرا بندہ ہوں مَیں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اپنے گناہوں کا اقراری ہوں پس مجھے میرے سارے گناہ بخش دے۔ تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخشتا۔ اے اللہ! بہترین اخلاق کی طرف میری راہنمائی فرما۔ تیرے سوا کوئی نہیں جو بہترین اخلاق کی طرف ہدایت دے اور مجھے بد اخلاق سے بچا لے۔ کوئی نہیں جو مجھے بداخلاق سے بچائے سوائے تیرے۔ مَیں حاضر ہوں اور یہ میری سعادت ہے اور تمام خیر تیرے ہاتھوں میں ہے اور شرّ تیری طرف (منسوب) نہیں ہوسکتا۔ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور تیری طرف ہوں۔ تو برکت والا اور بلند شان والا ہے۔ مَیں تجھ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 58-59)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

فقہی کارنر

تہجد کا اوّل وقت

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ صاحب تحریر کرتے ہیں کہ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ رمضان شریف میں تہجد پڑھنے کے متعلق حضورؑ سے کسی نے سوال کیا یا ذکر ہوا تو آپؑ نے فرمایا کہ تہجد کے لئے اوّل وقت اُٹھنا چاہئے نہ کہ عین نماز کے ذرا قبل…

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اوّل وقت سے رات کا حصہ مراد نہیں بلکہ تہجد کے وقت کا اوّل حصہ مراد ہے یعنی نصف شب کے جلد بعد۔ آنحضرتؐ کا بھی یہ طریق ہوتا تھا کہ تہجد ایسے وقت میں پڑھتے تھے کہ لمبی نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ کو صبح کی اذان سے قبل کسی قدر استراحت کا موقع مل جاتا تھا لیکن نوجوان بچے اگر تہجد کی عادت ڈالنے کے لئے صبح کی اذان سے کچھ وقت پہلے بھی اُٹھ لیا کریں تو ہرج (اصل بمطابق سیرت المہدی) نہیں۔

(سیرت المہدی جلد 1 صفحہ 671-672)

(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

قطعہ

جس جگہ نام خدا لینا بھی ہو جرم عظیم
پھر مٹے نہ کیوں وہاں پر اہتمام زندگی
آسماں کی بات پر تم نے توجہ کیوں نہ دی
کیوں نہ مانا جو تمہارا تھا امام زندگی

خواجہ عبدالمومن۔ ناروے

ایک سبق آموز بات

صرف خدا کا فضل

اربوں کی تعداد میں لوگ اب بھی موجودہ مغربی طرز تعلیم کو اپنی معاشی حالت کی بہتری کا واحد ذریعہ سمجھنے کی غلط فہمی کا شکار ہیں اور اسی معاشی حالت کی بہتری کو وہ خود کو لوگوں کی نظر میں مقبول ہونے اور بلند مرتبہ دلانے کا راستہ سمجھ کر جلد سے جلد دولت کمانا چاہتے ہیں۔ نہ تو یہ ہردلعزیزی، مقبولیت، عزت و احترام اور بلند مرتبہ حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور نہ ہی تعلیم آپ کو دولت مند بنا سکتی ہے۔ البتہ محدود آمدنی والا ایک نوکر یا غلام ضرور بنا دیتی ہے۔ ہاں اللہ کا فضل انسان کو دولت مند بنا سکتا ہے۔

مرسلہ: کاشف احمد

طلوع وغروب آفتاب

11/اکتوبر2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:59	18:00
مدینہ منورہ	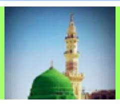	05:00	17:59
قادیان		05:08	18:01
ربوہ		04:48	17:41
اسلام آباد ٹلفورڈ	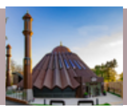	05:50	18:19